بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

جلد 65
ایڈیٹر
منصور احمد
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ 29-30
شرح چندہ
سالانہ 550 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن
80 کینیڈین ڈالر یا 60 یورو

Postal Reg. No. GDP/001/2016-18 | 28،21 جولائی 2016ء | 28،21 وفا 1395ہش | 22،15 شوال 1437 ہجری قمری

ہم بصیرت تام سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں

سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتَم النّبیین نہیں مانتے، یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتَم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اُس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتَم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 227-228)

92واں جلسہ سالانہ بنگلہ دیش 5،6،7 فروری 2016 کو بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں منعقد ہوا۔ مورخہ 7 فروری 2016 کو حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن سے ایم.ٹی.اے. انٹرنیشنل کے ذریعہ جلسہ سالانہ بنگلہ دیش کو خطاب فرمایا، لندن سے خطاب فرماتے ہوئے حضور پُرنُور اور لندن میں بیٹھے سامعین کی تصاویر

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ واحکامات پر چل کر ہی مسلمان دُنیا وآخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں!!

دُنیا میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ کسی سے چھپی نہیں ہے۔شاید آج مسلمان دُنیا میں سب سے زیادہ ذلیل وخوار ہے۔دُنیا اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔اس سے خوف کھاتی ہے اور اسے دہشت گرد سمجھتی ہے۔ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ میڈیا کا اس میں کتنا قصور ہے ہاں ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ (شوریٰ:31) شام عراق اور لیبیا کے حالات اس قدر دردناک ہیں کہ الفاظ ان کی دردناکی کا قصہ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔لاکھوں کی تعداد میں شہری مارے جاچکے ہیں۔لاکھوں کی تعداد میں زخمی ہیں۔لاکھوں کی تعداد میں اپنا گھر بار اور ملک چھوڑ کر ہجرت کر چکے ہیں اور جنہوں نے ملک نہیں چھوڑا اُن کی زندگی بھی موت سے بدتر ہے۔ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ اس میں بڑی طاقتوں کا کتنا ہاتھ ہے۔مگر ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ۔ہر مصیبت انسان کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہوتی ہے۔یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو بھلا دیا۔آپ کے اُسوہ اور نمونہ کو بھلا دیا۔آپ کے اخلاق اور سیرۃ کی کتاب یعنی قرآن مجید کو مہجور کی طرح چھوڑ دیا اور بداعمالی میں حد سے بڑھ گئے۔جب تک مسلمان اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ واحکامات پر نہیں چلیں گے تب تک دُنیا وآخرت میں سُرخرو نہیں ہو سکتے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ تاکیدی حکم فرمایا تھا کہ سنو! تمہارے اموال اور تمہارے خون اور تمہاری آبروئیں اسی طرح قابلِ احترام اور مستحقِ حفاظت ہیں جس طرح یہ دن یہ شہر اور یہ مہینہ تمہارے لئے قابلِ احترام اور لائقِ ادب ہے۔آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: یاد رکھو کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو۔مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تاکیدی حکم کو بھلا دیا اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے میں مشغول ہیں۔وہ ملک جو اسلام کے نام پر بنا تھا اس میں بھی قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے۔علماء کھلے عام قتل کی ترغیب دیتے ہیں۔یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کے اُسوہ کو پس پشت ڈالنے کا نتیجہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو توحید کا وہ پاٹھ پڑھایا تھا کہ کوئی نبی کیا پڑھائے گا۔لیکن آج مسلمان شرک وبدعت اور طرح طرح کی ضلالت وگمراہی میں غرق ہو رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا مَا اَنَا وَالدُّنۡیَا اِنَّمَا اَنَا وَالدُّنۡیَا کَرَاکِبٍ اسۡتَظَلَّ تَحۡتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا کہ مجھے دنیا سے کیا لینا میرا اور دُنیا کا ناطہ بس اتنا ہی ہے جتنا ایک مسافر اور اس درخت کا ہے جس کے نیچے وہ چلتے چلتے تھوڑی دیر کے لئے سستانے کے لئے بیٹھتا ہے۔لیکن مسلمانوں نے دُنیا کو ہی اپنا مقصود بنالیا اور اسلام کی تبلیغ واشاعت سے بالکل غافل ہو گئے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔اُسے دیکھ کر آپؐ کھڑے ہو گئے۔عرض کیا گیا کہ حضورؐ یہ جنازہ تو یہودی کا ہے۔آپؐ نے فرمایا کیا یہودی انسان نہیں ہوتا؟ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین، بُت پرست، یہود سب ملے جُلے بیٹھے تھے آپ نے اُن کو السلام علیکم کہا۔یہ تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت۔آپؐ نے یہود ونصاریٰ سے معاہدات کئے۔ان سے انصاف کا سلوک کیا۔ان کی دلجوئی کی۔ان کا عزت واحترام کیا۔لیکن افسوس کہ آج اکثر مسلمان اپنے نبیؐ کی سیرت کے اس حسین پہلو کو بھول چکے ہیں اور وہ غیر مسلموں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے برخلاف مولویوں کی انتہائی جاہلانہ تعلیم کے باعث غیر مسلم تو کیا مسلمان آپس میں ہی ایک دوسرے کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ ڈنمارک وسویڈن کے دوران 14 مئی کے روز مسجد محمود کی افتتاحی تقریب میں حضور ایدہ اللہ کے خطاب کے بعد بہت سارے مہمانوں نے اپنے تاثرات کا

فہرست مضامین

اظہار کیا۔اس موقع پر ایک صحافی Charles Masikway نے بتایا کہ:

''ابھی کچھ عرصہ پہلے میں ایک سپر مارکیٹ میں جارہا تھا وہاں ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں مسلمان ہوں؟ اس پر میں نے اسے بتایا کہ نہیں میں مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہوں تو وہ مجھے کہنے لگا کہ اگر تم عیسائی ہو تو جہنم میں جاؤ۔'' مسلمانوں کے ایسے ہی رویّہ سے اسلام بدنام ہو رہا ہے۔

18 مئی بروز بدھ بعض پروفیسرز اور اعلیٰ عہدیداران نے حضور انور سے ملاقات کی۔اس ملاقات میں سویڈن میں متعین اسرائیلی سفیر نے حضور سے کہا ''یہاں سویڈن میں ہمارے احمدیوں کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہیں لیکن بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ سویڈن میں موجود دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہماری کمیونٹی کے ایسے تعلقات نہیں ہیں۔انہوں نے کہا: ہم کوشش کے باوجود یہاں سویڈن میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تعلق نہیں بنا سکے۔یہ لوگ یہودیوں کے ساتھ کوئی تعلق رکھنا ہی نہیں چاہتے۔'' اگر سویڈن کے مسلمان اپنے نبیؐ کی سیرت پر عمل کرتے تو یہ ہر مذہب کے لوگوں سے رابطہ رکھتے اور انہیں اسلام کی تبلیغ کرتے جس طرح آج جماعت احمدیہ اور اس کے امام پوری دنیا میں ہر قوم وملت کے لوگوں کو اسلام کا امن بخش پیغام پہنچا رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ دیکھو مسیح ومہدی تم میں نازل ہونگے۔تم میں سے جو بھی اس کو پائے اس کی بیعت کرے اور اس کو میرا اسلام پہنچائے۔بزرگان امت اس بات پر متفق تھے کہ چودھویں صدی کے اختتام سے پہلے مسیح ومہدی ضرور نازل ہونگے۔مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیش قیمت نصیحت کو بھی پس پشت ڈال دیا۔جس مسیح ومہدی سے اسلام اور مسلمانوں کی ترقی وابستہ تھی نہ صرف یہ کہ اس کو ماننے سے انکار کر دیا بلکہ اس کی مخالفت میں حد سے بڑھ گئے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج مسلمان دُنیا میں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔اب مسلمانوں کی دنیا وآخرت میں سرخروئی کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ زمانے کے امام مسیح ومہدی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر ایمان لا کر آپ کے بعد جاری خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تاکیدی حکم فرمایا تھا کہ جماعت کے ساتھ رہنا۔جماعت سے الگ ہونا ہلاکت ہے۔پس مسلمانوں کو چاہئے کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہو جائیں جو مسیح ومہدی کی جماعت ہے۔رُوئے زمین پر یہی ایک جماعت ہے جو جماعت کہلانے کی مستحق ہے جس کا ایک واجب الاطاعت امام ہے۔واجب الاطاعت امام کے بغیر کوئی جماعت جماعت نہیں کہلا سکتی خواہ اس کے ساتھ ہزار بار جماعت کا لفظ لکھ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہوں اور آپ کی سیرت کو اپنانے والے ہوں۔اگر مسلمان اپنے پیارے نبی کی سیرت اور اُسوہ کو اپنالیں تو دُنیا وآخرت میں کامیابی ان کیلئے یقینی ہے۔

(منصور احمد مسرور)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان مقام و مرتبہ آیات قرآنیہ کی روشنی میں

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ○ (آل عمران:32)

ترجمہ :: تو کہہ کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دیگا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جو اس رسول کی پیروی کرے تو اس نے اللہ کی پیروی کی

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا○ (النساء:81)

ترجمہ :: جو اس رسول کی پیروی کرے تو اس نے اللہ کی پیروی کی اور جو پھر جائے تو ہم نے تجھے ان پر محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔

اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے

قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ وَاِنۡ تُطِيۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ○ (النور:55)

ترجمہ :: کہہ دے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو اس پر صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جو اس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم پر ڈالی گئی ہے۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور رسول پر کھول کھول کر پیغام پہنچانے کے سوا کچھ ذمہ داری نہیں۔

انسان کامل نے اللہ کی امانت کو اُٹھا لیا

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا○

(الاحزاب:73)

ترجمہ :: یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جب کہ انسان کامل نے اسے اُٹھا لیا۔ یقیناً وہ اپنی ذات پر بہت ظلم کرنے والا اور اس ذمہ داری کے عواقب کی بالکل پرواہ نہ کرنے والا تھا۔

اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا○ (الاحزاب:57)

ترجمہ :: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

تمہارا تکلیف اُٹھانا اس پر سخت شاق گزرتا ہے

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ○ (التوبہ:128)

ترجمہ :: یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اُٹھاتے ہو اور وہ تم پر بھلائی چاہتے ہوئے حریص رہتا ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو اُن کے لئے نرم ہو گیا

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ○ (آل عمران:160)

ترجمہ :: پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو ان کے لئے نرم ہو گیا۔ اور اگر تو تُند خو اور سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے۔ پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور ہر اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تو کوئی فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ○ (آل عمران:165)

ترجمہ :: یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب اس نے ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ○

(المائدہ آیت 68)

ترجمہ :: اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اُتارا گیا ہے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
عظیم الشان مقام و مرتبہ اور آپ کے پاکیزہ اخلاق، احادیث نبویہ کی روشنی میں

● عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبِرِيْنِيْ بِخُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ اَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

(مسند احمد صفحہ ۹۰ جلد ۶، دلائل النبوۃ للبیہقی صفحہ ۳۰۹ جلد اوّل، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 25)

حضرت سعد بن ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؓ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کے بارہ میں ہمیں کچھ بتائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضوؐر کے اخلاق و اطوار قرآن کے عین مطابق تھے۔ پھر پوچھا کہ کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا 'وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ' کہ اَے رسول تو یقیناً اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔

● مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔

(مؤطا امام مالک، باب فی حسن الخلق صفحہ ۳۶۴، السنن الکبریٰ مع جواہر النقی کتاب الشہادۃ باب بیان مکارم الاخلاق صفحہ ۱۹۲، جلد ۱۰، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 28)

حضرت امام مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کیلئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ یعنی میں اچھے اور اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں۔

● عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يُمْحٰى بِيَ الْكُفْرُ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى عَقِبِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 31)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں محمد ہوں، مَیں احمد ہوں، مَیں مِٹانے والا ہوں میرے ذریعہ کفر کا قلع قمع ہوگا۔ مَیں حاشر ہوں میری پیروی میں لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور مَیں آخر میں آنے والا ہوں میرے بعد کوئی (مستقل) نبی نہیں ہوگا۔

● عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَثَلِيْ و مَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدِيْ۔ (مسلم کتاب الفضائل باب شفقتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم علی امّتہ، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 40)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے آگ جلائی تو بھنورے اور پروانے اس میں گرنے لگے وہ آدمی ان پروانوں کو آگ سے ہٹانے لگ گیا تا کہ وہ آگ میں جل نہ مریں۔ ایسا ہی دوزخ کی آگ سے بچانے کیلئے میں تم کو پیچھے سے پکڑتا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکل نکل جاتے ہو۔

● عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْلِفُ الْبَعِيْرَ وَيُقِيْمُ الْبَيْتَ وَيَخْصِفُ النَّعْلَ وَيَرْقَعُ الثَّوْبَ وَيَحْلِبُ الشَّاةَ وَيَاْكُلُ مَعَ الْخَادِمِ وَيَطْحَنُ مَعَهٗ اِذَا أَعْيَا وَكَانَ لَا يَمْنَعُهُ الْحَيَاءُ اَنْ يَحْمِلَ بِضَاعَتَهٗ مِنَ السُّوْقِ اِلٰى اَهْلِهٖ وَكَانَ يُصَافِحُ الْغَنِيَّ وَالْفَقِيْرَ وَيُسَلِّمُ مُبْتَدِيًا وَلَا يَحْتَقِرُ مَا دُعِيَ اِلَيْهِ وَلَوْ اِلٰى حَشَفِ التَّمْرِ وَكَانَ هَيِّنَ الْمُؤْنَةِ لَيِّنَ الْخُلُقِ كَرِيْمَ الطَّبِيْعَةِ جَمِيْلَ الْمُعَاشَرَةِ طَلِقَ الْوَجْهِ بَسَّامًا مِنْ غَيْرِ ضِحْكٍ مَحْزُوْنًا مِنْ غَيْرِ عُبُوْسَةٍ مُتَوَاضِعًا مِنْ غَيْرِ مَذَلَّةٍ جَوَّادًا مِنْ غَيْرِ سَرَفٍ رَقِيْقَ الْقَلْبِ رَحِيْمًا بِكُلِّ مُسْلِمٍ لَمْ يَتَجَشَّأْ قَطُّ مِنْ شَبَعٍ وَلَمْ يَمُدَّ يَدَهٗ اِلٰى طَمَعٍ۔

(اسد الغابہ جلد اوّل صفحہ ۲۹، قشیریہ صفحہ ۷۵، الشفاء جلد ۱ صفحہ ۷۷، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 43)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ آپؐ کسی کام کو عار نہیں سمجھتے تھے) اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے۔ گھر کے کام کاج کرتے۔ اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے۔ کپڑے کو پیوند لگا لیتے۔ بکری دوہ لیتے۔ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے۔ بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ سلام میں پہل کرتے اگر کوئی معمولی کھجوروں کی بھی دعوت دیتا تو آپؐ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ آپؐ نہایت ہمدرد، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ آپ کا رہن سہن بڑا صاف ستھرا تھا۔ بشاشت سے پیش آتے۔ تبسّم آپؐ کے چہرے پر جھلکتا رہتا۔ آپؐ زور کا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ خدا کے خوف سے فکرمند رہتے لیکن تُرش رُوئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری، پست ہمّتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی لیکن بیجا خرچ سے ہمیشہ بچتے۔ نرم دِل، رحیم و کریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ ڈکار لیتے رہیں۔ کبھی حرص و طمع کے جذبہ سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر و شاکر اور کم پر قانع رہتے۔

● عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... لَا يَاْنَفُ وَلَا يَسْتَنْكِفُ اَنْ يَّمْشِيَ مَعَ الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ فَيَقْضِيَ لَهُمَا حَاجَتَهُمَا۔ (مسند دارمی باب فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 50)

حضرت عبد اللہ بن ابی اَوفیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تکبّر نام کو بھی نہ تھا۔ نہ آپؐ ناک چڑھاتے اور نہ اس بات سے بُرا مناتے اور بچتے کہ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں اور ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں۔ (یعنی بے سہارا عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے۔)

● عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(مسلم کتاب الفضائل باب مباعدتہٗ للاثام واختیارہ من المباح، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 53)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کسی عورت کو نہ خادم کو۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں آپؐ نے خوب جہاد کیا۔ آپ کو جب کبھی کسی نے تکلیف پہنچائی تو بھی آپؐ نے کبھی اُس سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کے کسی قابلِ احترام مقام کی ہتک اور بے حرمتی کی جاتی تو پھر آپؐ اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے۔

☆......☆......☆

سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے عظیم الشان مقام و مرتبہ کے متعلق آپؐ کے غلام صادق حضرت مسیح موعودؑ کا خراج عقیدت

● مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اِس نعمت سے کامل حصّہ پایا ہے جو مُجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو مَیں نے جو کچھ پایا۔ اُس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصّہ پا سکتا ہے۔ (روحانی خزائن، جلد 22، حقیقۃ الوحی، صفحہ 64)

● وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلبِ سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذّت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلبِ سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے بلکہ یکطرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف و گزاف ہے۔ جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اُس کے دل میں باقی نہیں رہتی بلکہ سب کو ایک مَرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ تب خدا جو اُس کے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلّی کے ساتھ اُس پر نازل ہوتا ہے اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے آفتاب کا عکس ایسے پورے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی خدا ایسے دل پر اُترتا ہے اور اُس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ پہلی کتابوں میں جو کامل راستبازوں کو خدا کے بیٹے کر کے بیان کیا گیا ہے اس کے بھی یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ درحقیقت خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ یہ تو کُفر ہے اور خدا بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ اُن کامل راستبازوں کے آئینہ صافی میں عکسی طور پر خدا نازل ہوا تھا۔ اور ایک شخص کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے استعارہ کے رنگ میں گویا وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جبکہ ایسے دل میں جو نہایت صافی ہے اور کوئی کدورت اُس میں باقی نہیں رہی تجلّیات الٰہیہ کا انعکاس ہوتا ہے تو وہ عکسی تصویر استعارہ کے رنگ میں اصل کے لئے بطور بیٹے کے ہو جاتی ہے۔ اِسی بناء پر توریت میں کہا گیا ہے کہ یعقوب میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا بیٹا ہے اور عیسیٰ ابن مریم کو جو انجیلوں میں بیٹا کہا گیا، اگر عیسائی لوگ اسی حد تک کھڑے رہتے کہ جیسے ابراہیم اور اسحاق اور اسمٰعیل اور یعقوب اور یوسف اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان وغیرہ خدا کی کتابوں میں استعارہ کے رنگ میں خدا کے بیٹے کہلائے ہیں، ایسا ہی عیسیٰ بھی ہے تو اُن پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ استعارہ کے رنگ میں ان نبیوں کو پہلے نبیوں کی کتابوں میں بیٹا کر کے پُکارا گیا ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پُکارا گیا ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ نہ وہ تمام نبی خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہیں بلکہ یہ تمام استعارات ہیں محبت کے پیرایہ میں۔ ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کے کلام میں بہت ہیں۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسا محو ہوتا ہے جو کچھ بھی نہیں رہتا تب اُسی فنا کی حالت میں ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس حالت میں اُن کا وجود درمیان نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا یعنی اِن لوگوں کو کہہ کہ اے میرے بندو خدا کی رحمت سے نومید مت ہو خدا تمام گناہ بخش دے گا۔ اب دیکھو اِس جگہ يَا عِبَادَ اللّٰهِ کی جگہ يٰعِبَادِىَ کہہ دیا گیا حالانکہ لوگ خدا کے بندے ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے۔ مگر یہ استعارہ کے رنگ میں بولا گیا۔ ایسا ہی فرمایا اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ‌ یعنی جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کی بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ اب ان تمام آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ٹھہرایا گیا مگر ظاہر ہے کہ وہ خدا کا ہاتھ نہیں ہے۔

ایسا ہی ایک جگہ فرمایا۔ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا‌ ؕ پس تم خدا کو یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ پس اس جگہ خدا تعالیٰ کو باپ کے ساتھ تشبیہ دی اور استعارہ بھی صرف تشبیہ کی حد تک ہے۔

ایسا ہی خدا تعالیٰ نے یہودیوں کا ایک قول بطور حکایت عن الیہود قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ‌ یعنی ہم خدا کے بیٹے اور اُس کے پیارے ہیں۔ اس جگہ ابناء کے لفظ کا خدا تعالیٰ نے کچھ ردّ نہیں کیا کہ تم کُفر بکتے ہو بلکہ یہ فرمایا کہ اگر تم خدا کے پیارے ہو تو پھر وہ تمہیں کیوں عذاب دیتا ہے اور ابناء کا دوبارہ ذکر بھی نہیں کیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ یہودیوں کی کتابوں

میں خدا کے پیاروں کو بیٹا کر کے بھی پکارتے تھے۔

اب اِس تمام بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اِس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اِس طرح پر کہ خود اُس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جُھک جاتا ہے اور اُس کا اُنس و شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبتِ الٰہی کی ایک خاص تجلّی اُس پر پڑتی ہے اور اُس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آ جاتا ہے اور اُس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22 صفحہ 65 تا 68)

● وہ لوگ جو اس غلط خیال پر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوے یا مرتد ہو جائے اور توحید پر قائم ہو اور خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو وہ بھی نجات پا جائے گا اور ایمان نہ لانے یا مرتد ہونے سے اس کا کچھ بھی حرج نہ ہوگا جیسا کہ عبدالحکیم خان کا مذہب ہے ایسے لوگ درحقیقت توحید کی حقیقت سے ہی بے خبر ہیں۔ ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ یوں تو شیطان بھی خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھتا ہے۔ مگر صرف واحد سمجھنے سے نجات نہیں ہو سکتی بلکہ نجات تو دو امر پر موقوف ہے۔

(۱) ایک یہ کہ یقین کامل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر ایمان لاوے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبت حضرت احدیّت جلّ شانہٗ کی اُس کے دل میں جاگزین ہو کہ جس کے استیلا اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت عین اُس کی راحتِ جان ہو جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے اور اس کی محبت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے یہی توحید حقیقی ہے کہ بجز متابعت ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ کیوں حاصل نہیں ہو سکتی؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی ذات غیب الغیب اور وراء الوراء اور نہایت مخفی واقع ہوئی ہے جس کو عقول انسانیہ محض اپنی طاقت سے دریافت نہیں کر سکتیں اور کوئی برہان عقلی اس کے وجود پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ عقل کی دوڑ اور سعی صرف اِس حد تک ہے کہ اس عالم کی صنعتوں پر نظر کر کے صانع کی ضرورت محسوس کرے مگر ضرورت کا محسوس کرنا اور شئے ہے اور اس درجہ عین الیقین تک پہنچنا کہ جس خدا کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے وہ درحقیقت موجود بھی ہے یہ اور بات ہے۔ اور چونکہ عقل کا طریق ناقص اور نا تمام اور مشتبہ ہے اسلئے ہر ایک فلسفی محض عقل کے ذریعہ سے خدا کو شناخت نہیں کر سکتا بلکہ اکثر ایسے لوگ جو محض عقل کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا پتہ لگانا چاہتے ہیں آخر کار دہریہ بن جاتے ہیں۔ اور مصنوعات زمین و آسمان پر غور کرنا کچھ بھی اُن کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور خدا تعالیٰ کے کاملوں پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں اور اُن کی یہ حجت ہے کہ دنیا میں ہزار ہا ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن کے وجود کا ہم کوئی فائدہ نہیں دیکھتے اور جن میں ہماری عقلی تحقیق سے کوئی ایسی صنعت ثابت نہیں ہوتی جو صانع پر دلالت کرے بلکہ محض لغو اور باطل طور پر اُن چیزوں کا وجود پایا جاتا ہے۔ افسوس وہ نادان نہیں جانتے کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ اِس قسم کے لوگ کئی لاکھ اِس زمانہ میں پائے جاتے ہیں جو اپنے تئیں اول درجہ کے عقلمند اور فلسفی سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے وجود سے سخت منکر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی عقلی دلیل زبردست اُن کو ملتی تو وہ خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار نہ کرتے۔ اور اگر وجود باری جلّ شانہٗ پر کوئی بُرہان یقینی عقلی اُنکو ملزم کرتی تو وہ سخت بے حیائی اور ٹھٹھے اور ہنسی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر نہ ہو جاتے۔ پس کوئی شخص فلسفیوں کی کشتی پر بیٹھ کر طوفان شبہات سے نجات نہیں پا سکتا بلکہ ضرور غرق ہوگا اور ہرگز ہرگز شربت توحید خالص اُس کو میسر نہیں آئے گا۔ اب سوچو کہ یہ خیال کس قدر باطل اور بدبودار ہے کہ بغیر وسیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توحید میسر آ سکتی ہے اور اس سے انسان نجات پا سکتا ہے۔ اے نادانو! جب تک خدا کی ہستی پر یقین کامل نہ ہو اُس کی توحید پر کیونکر یقین ہو سکے۔ پس یقیناً سمجھو کہ توحید یقینی محض نبی کے ذریعہ سے ہی مل سکتی ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے دہریوں اور بد مذہبوں کو ہزار ہا آسمانی نشان دکھلا کر خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل کر دیا اور اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل پیروی کرنے والے اُن نشانوں کو دہریوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بات یہی سچ ہے کہ جب تک زندہ خدا کی زندہ طاقتیں انسان مشاہدہ نہیں کرتا شیطان اُس کے دل میں سے نہیں نکلتا اور نہ سچی توحید اُس کے دل میں داخل ہوتی ہے اور نہ یقینی طور پر خدا کی ہستی کا قائل ہو سکتا ہے۔ اور یہ پاک اور کامل توحید صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملتی ہے۔ اور وہ زبردست نشان جو نبی کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت کو ثابت کرتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کی صفات جمالی اور جلالی کو اکمل اور اتم طور پر ثابت کر کے اُس کی عظمت اور محبت دلوں میں بٹھاتے ہیں اور جب ان نشانوں سے جن کی جڑ زبردست اور اقتداری پیشگوئیاں ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت اور اس کے صفات جمالیہ اور جلالیہ پر یقین آ جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کو اُس کی ذات اور جمیع صفات میں واحد لاشریک جانتا ہے اور اُس کی خوبیوں اور روحانی حسن و جمال پر نظر ڈال کر اُس کی محبت میں کھویا جاتا ہے اور پھر اُس کی عظمت اور جلال اور بے نیازی پر نظر ڈال کر اُس سے ڈرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ دن بدن خدا تعالیٰ کی طرف کھنچا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام سفلی تعلقات توڑ کر رُوح محض رہ جاتا ہے اور تمام صحنِ سینہ اُس کا محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے اور خدا کے وجود کے مشاہدہ سے اُس کے وجود پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور وہ موت کے بعد ایک نئی زندگی پاتا ہے۔ تب اُس فنا کی حالت میں کہا جاتا ہے کہ اسکو توحید حاصل ہو گئی ہے۔ پس جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں وہ کامل توحید جو سر چشمۂ نجات ہے بجز نبی کامل کی پیروی کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22 صفحہ 119 تا 122)

☆......☆......☆

خطبہ جمعہ

حمد الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان
آپؐ کے خلق عظیم، آپؐ کے احسانات، مقام ختم نبوت و شفاعت سے متعلق
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پُرشوکت تحریروں سے چند روح پرور ارشادات کا تذکرہ

سیرت النبیؐ نمبر کی مناسبت سے سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ 15رمئی 2015ء احباب کی خدمت میں پیش ہے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

گزشتہ جمعہ میں مَیں نے بتایا تھا کہ پنجاب حکومت نے جماعت کے بعض جرائد اور کتب پر پابندی لگائی ہے کہ ان کی اشاعت نہیں ہوسکتی یا ڈسپلے (display) وغیرہ نہیں ہوسکتا اور اس بات کی وہاں کی بعض اخبارات نے خبریں بھی دیں۔ آجکل فون پر ہی تصویری عکس، میسیجز (messages) اور مختلف قسم کے پیغام بھیجنے کے جو طریقے ہیں ان کے ذریعہ سے منٹوں میں خبریں دنیا میں گردش کر جاتی ہیں۔ یہ سن کے، دیکھ کے مجھے بھی لوگ خط لکھتے ہیں۔ فیکس وغیرہ کے ذریعہ سے پریشانی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ باتیں کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ان نام نہاد علما کے کہنے پر اسی طرح کی حرکتیں پہلے بھی ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں۔ اور ابتدا سے ہی جب سے کہ جماعت احمدیہ قائم ہے اس قسم کی حرکتیں یہ لوگ کرتے چلے آرہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ان حرکتوں سے نہ پہلے کبھی جماعت کو نقصان پہنچا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کبھی پہنچے گا۔ نہ ہی یہ پہنچا سکتے ہیں۔ نہ ہی کسی ماں نے وہ بچہ جنا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدائی مشن کو ان باتوں سے روک سکے۔ ان نام نہاد علماء اور ان کی طرف دیکھنے والی حکومتوں کو احمدیت کی ترقی دیکھ کر حسد کے اظہار کا کوئی بہانہ چاہئے۔ اس حسد میں یہ اتنے اندھے ہیں کہ ان کی عقل پر بالکل پردے پڑ جاتے ہیں۔ بظاہر پڑھے لکھے لوگ جاہلوں سے بڑھ کر اپنی حالتوں کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ کبھی انہوں نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ یہ دیکھیں کہ اسلام کی حقیقی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مقام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس طرح بیان فرمایا ہے اور جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں یہ سب کچھ کس خوبصورتی سے پیش کیا جاتا ہے۔ انصاف پسند مسلمان جو ہیں، عربوں میں سے بھی اور دوسری قوموں میں سے بھی جب یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے، جب جماعت کا لٹریچر دیکھتے ہیں، کتب دیکھتے ہیں اور پھر پتا لگتا ہے کہ حقیقت کیا ہے تو حیران ہوتے ہیں کہ ان نام نہاد علماء نے جو اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار سمجھتے ہیں کس طرح جھوٹ اور فریب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خیالات کو، تعلیمات کو، آپ کی تحریرات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور کرتے چلے جارہے ہیں۔ یہ دیکھ کر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کی شان کو کس طرح بیان فرمایا ہے ہمارے ایم ٹی اے کے جو لائیو ٹی وی پروگرام ہوتے ہیں ان میں بھی اور خطوط کے ذریعہ سے بھی اکثر لوگ اس بات کا اظہار کرتے ہیں جو ابھی احمدی نہیں ہوئے کہ ہمیں اس مقام اور اس شان کا اب پتا لگا ہے۔ نہیں تو ان علماء نے تو ہمیں جہالت کے پردے میں رکھا ہوا تھا۔ لوگوں پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ احمدیت کی دشمنی میں یہ لوگ شعوری طور پر یا لاشعوری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے نام پر حرف لانے کا باعث بن رہے ہیں۔

بہرحال ان علماء کا تو دین ہی دشمنی اور فساد ہے۔ اس لئے کبھی یہ کوشش نہیں کریں گے کہ ہم حقیقت معلوم کریں چاہے اس کی وجہ سے سادہ لوح مسلمانوں میں جتنا بھی بگاڑ پیدا ہو جائے۔ بہرحال یہ تو ان کے کام ہیں یہ کرتے رہیں گے اور کرتے چلے جائیں گے کیونکہ ان کو دین سے زیادہ اپنے ذاتی مفادات پیارے ہیں لیکن ہمیشہ کی طرح ان مخالفین کے یہ عمل ہمارے ایمانوں میں جلاء پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق میں بڑھنے کے لئے کھاد کا کام دینے والے ہونے چاہئیں۔ اگر ہماری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی طرف توجہ کم تھی تو اب زیادہ توجہ پیدا ہونی چاہئے۔

ایک پنجاب کی حکومت کی روک سے تو کیا تمام دنیا کی حکومتوں کی روکوں سے بھی یہ کام نہیں رک سکتا کیونکہ یہ انسانی کوششوں سے کئے جانے والے کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم و معرفت کے خزانوں کے ساتھ بھیجا ہے اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہمیشہ ہم نے یہی دیکھا ہے کہ بڑی بڑی روکوں اور مخالفتوں کے بعد جماعت کی ترقی زیادہ ابھر کر سامنے آئی ہے۔ اپنے زعم میں ہمارے خلاف جو یہ قدم اٹھایا گیا ہے یہ تو ایک معمولی سی روک ہے۔ ہمیں تو جتنا دبایا جائے اتنا ہی اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کو بڑھاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب بھی بہتر ہوگا۔ اس لئے کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اس لئے زیادہ فکر اور پریشانی کی ضرورت نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اب تو دنیا کے اور ممالک میں بھی چھپ رہی ہیں۔ ویب سائٹ پر بھی میسر ہیں۔ آڈیو میں بھی بعض کتب میسر ہیں اور باقی بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلدی مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ایک زمانہ تھا جب یہ فکر تھی کہ اشاعت پر پابندی سے نقصان ہوسکتا ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ علم و معرفت کے جو خزانے ہیں یہ فضاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں جو ایک بٹن دبانے سے ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام اور کتب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ ایم ٹی اے پر بھی میں نے اب سوچا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس پہلے سے زیادہ وقت بڑھا کر دیا جائے گا اور اس طرح پاکستان کے ایک صوبے کے قانون کی وجہ سے دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کا فائدہ ہو جائے گا۔ ہر روک جو ہوتی ہے، مخالفت ہوتی ہے ہمیں فائدہ پہنچاتی ہے۔ نئے راستوں اور ذرائع کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر یہ بھی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ کہ اس سے نہ صرف اصل زبان میں کتابیں چھپیں گی یا درس ہوں گے بلکہ بہت ساری قوموں کی مقامی زبانوں میں بھی یہ مواد میسر آجائے گا۔ پس جن کے دلوں میں کسی بھی قسم کی پریشانی ہے کیونکہ لوگ لکھتے ہیں اس لئے مجھے کہنا پڑ رہا ہے وہ اپنے دلوں سے نکال دیں۔

ہمارے لٹریچر کے خلاف یہ جو ساری کارروائی کی گئی ہے اس سے ایک بات بہرحال واضح ہے اور یہ بڑی ابھر کر سامنے آگئی ہے، پہلے بھی ہمیشہ آتی ہے کہ یہ لوگ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے یہ بہت بڑے علمبردار ہیں اور اس وجہ سے یہ ہماری مخالفت کرتے ہیں انہوں نے انصاف کی نظر سے نہ کبھی جماعت کے لٹریچر کو پڑھا ہے، نہ پڑھنے کی کوشش کی ہے۔ ویسے تو عموماً ہماری طرف سے ان کے دعوے کی حقیقت اور ان کا اصل چہرہ ان کو دکھایا جاتا رہتا ہے لیکن میں نے سوچا ہے کہ آج بھی مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے حوالے سے جن میں ہمارے مخالفین کے خیال میں نعوذ باللہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے خلاف باتیں کی گئی ہیں، شان کے خلاف باتیں کی گئی ہیں، تعلیمات کے خلاف باتیں کی گئی ہیں، یا ان میں نفرت اور دل آزاری کا مواد ہے۔ یہ سارے مضامین تو بڑے وسیع ہیں اس میں سے چند وہ حوالے پیش کروں، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مقام کے ہمیں دکھائے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے والا کوئی شخص ان کو سننے اور

پڑھنے سے اپنے کان اور آنکھیں بند کر سکتا ہے!؟ بہر حال ان نام نہاد علماء سے ہمیں کوئی غرض نہیں لیکن ایسے ہزاروں وہ لوگ جو ہماری باتیں ایم ٹی اے کے ذریعہ سنتے ہیں ان کے دلوں کو مزید کھولنے کے لئے اور احمدیوں کے دل و دماغ میں مزید جلاء پیدا کرنے کے لئے، اس کا صحیح اِدراک پیدا کرنے کے لئے میں کچھ حوالے پیش کروں گا۔

پہلا مثلاً حمد الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا پیارا انداز جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر کہ تو نے ہم کو اپنی پہچان کا آپ راہ بتایا اور اپنی پاک کتابوں کو نازل کر کے فکر اور عقل کی غلطیوں اور خطاؤں سے بچایا اور درود اور سلام حضرت سید الرسل محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا۔ وہ مربی اور نفع رساں کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہ راست پر لایا۔ وہ محسن اور صاحب احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بتوں کی بلا سے چھڑایا۔ وہ نور اور نور افشاں کہ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا۔ وہ حکیم اور معالج زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا۔ وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مُردوں کو زندگی کا پانی پلایا۔ وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے امت کے لئے غم کھایا اور درد اٹھایا۔ وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے منہ سے نکال کر لایا۔ وہ حلیم اور بے نفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جھکایا اور اپنی ہستی کو خاک سے ملایا۔ وہ کامل موحّد اور بحر عرفان کہ جس کو صرف خدا کا جلال بھایا اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا۔ وہ معجزۂ قدرت رحمن کہ جو اُمّی ہو کر سب پر علومِ حقّانی میں غالب آیا اور ہر یک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کا ملزم ٹھہرایا۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 17)

پھر کسی بھی شخص کے اعلیٰ اخلاق کا یا اس کے تکالیف میں مبتلا ہونے سے پتا چلتا ہے یا کشائش میں اور طاقت میں جب اس کو حاصل ہوتی ہے تب پتا چلتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑھ کر اظہار اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کے خاص مقربوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اور اس میں بھی سب سے بڑھ کر جو اعلیٰ مقام ہے اس کا اظہار ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ایام مصائب اور زمانہ فتوحات میں کیا تھے؟ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’انبیاء اور اولیاء کا وجود اس لئے ہوتا ہے کہ تا لوگ جمیع اخلاق میں ان کی پیروی کریں اور جن امور پر خدا نے ان کو استقامت بخشی ہے اس جادۂ استقامت پر سب حق کے طالب قدم ماریں (یعنی اس پر چلنے کی کوشش کریں) اور یہ بات نہایت بدیہی ہے (صاف ظاہر ہے) کہ اخلاق فاضلہ کسی انسان کے اس وقت بہ پایۂ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں (ہر اخلاق کا ایک وقت ہوتا ہے جب اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوں تو وہیں پتا لگتا ہے کہ وہ ثابت ہو رہے ہیں) اور اسی وقت دلوں پر ان کی تاثیریں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً عفو وہ معتبر اور قابل تعریف ہے کہ جو قدرت انتقام کے وقت میں ہو۔ (جب کسی میں انتقام لینے کی طاقت ہو اس وقت معاف کرنا یہی قابل تعریف ہے) اور پرہیز گاری وہ قابل اعتبار ہے کہ جو نفس پروری کی قدرت موجود ہوتے ہوئے پھر پرہیزگاری قائم رہے۔ غرض خدائے تعالیٰ کا ارادہ انبیاء اور اولیاء کی نسبت یہ ہوتا ہے کہ ان کے ہر یک قسم کے اخلاق ظاہر ہوں اور بہ پایۂ ثبوت پہنچ جائیں۔ سو خدائے تعالیٰ اسی ارادہ کو پورے کرنے کی غرض سے ان کی نورانی عمر کو دو حصہ پر منقسم کر دیتا ہے۔ (دو حصے آتے ہیں) ایک حصہ تنگیوں اور مصیبتوں میں گزرتا ہے اور ہر طرح سے دکھ دیئے جاتے ہیں اور ستائے جاتے ہیں تا وہ اعلیٰ اخلاق ان کے ظاہر ہو جائیں کہ جو بجز سخت تر مصیبتوں کے ہرگز ظاہر اور ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر ان پر وہ سخت تر مصیبتیں نازل نہ ہوں تو یہ کیونکر ثابت ہو کہ وہ ایک ایسی قوم ہے کہ مصیبتوں کے پڑنے سے اپنے مولیٰ سے بے وفائی نہیں کرتے بلکہ اور بھی آگے قدم بڑھاتے ہیں اور خداوند کریم کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے سب کو چھوڑ کر انہیں پر نظر عنایت کی اور انہیں کو اس لائق سمجھا کہ اس کیلئے اور اس کی راہ میں ستائے جائیں۔ سو خدائے تعالیٰ ان پر مصیبتیں نازل کرتا ہے تا ان کا صبر، ان کا صدق قدم، ان کی مردمی، ان کی استقامت، ان کی وفاداری، ان کی فتوّت شعاری (یعنی جوانمردی) لوگوں پر ظاہر کر کے اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ کا مصداق ان کو ٹھہراوے۔ کیونکہ کامل صبر بجز کامل مصیبتوں کے ظاہر نہیں ہو سکتا اور اعلیٰ درجہ کی استقامت اور ثابت قدمی بجز اعلیٰ درجہ کے زلزلے کے معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ مصائب حقیقت میں انبیاء اور اولیاء کیلئے روحانی نعمتیں ہیں جن سے دنیا میں ان کے اخلاق فاضلہ جن میں وہ بے مثل اور مانند ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کے درجات کی ترقی ہوتی ہے۔ اگر خدا ان پر یہ مصیبتیں نازل نہ کرتا تو یہ نعمتیں بھی انکو حاصل نہ ہوتیں اور نہ عوام پر انکے شمائل حسنہ کماحقہٗ کھلتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح اور ان کے مساوی ٹھہرتے (پھر تو سارے ایک جیسے ہو جاتے) اور گو اپنی چند روزہ عمر کو کیسے ہی عشرت اور راحت میں بسر کرتے پر آخر ایک دن اس دارِ فانی سے گزر جاتے اور اس صورت میں نہ وہ عیش اور عشرت ان کی باقی رہتی نہ آخرت کے درجات عالیہ حاصل ہوتے۔ نہ دنیا میں ان کی وہ فتوت اور جوانمردی اور وفاداری اور شجاعت شہرۂ آفاق ہوتی جس سے وہ ایسے ارجمند ٹھہرے جن کا کوئی مانند نہیں۔ اور ایسے یگانہ ٹھہرے جن کا کوئی ہم جنس نہیں اور ایسے فرد الفرد ٹھہرے جن کا کوئی ثانی نہیں اور ایسے غیب الغیب ٹھہرے جن تک کسی ادراک کی رسائی نہیں اور ایسے کامل اور بہادر ٹھہرے کہ گویا ہزار ہا شیر ایک قالب میں ہیں اور ہزار ہا پلنگ (مطلب چیتے) ایک بدن میں جن کی قوت اور طاقت سب کی نظروں سے بلند تر ہو گئی اور جو تقرب کے اعلیٰ درجات تک پہنچ گئی۔ (یہ ساری چیزیں ہیں جو ظاہر ہوتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے قرب کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جاتی ہیں)

اور دوسرا حصہ انبیا اور اولیاء کی عمر کا فتح میں، اقبال میں، دولت میں بمرتبۂ کمال ہوتا ہے تا وہ اخلاق ان کے ظاہر ہو جائیں کہ جن کے ظہور کے لئے فتح مند ہونا، صاحب اقبال ہونا، صاحب دولت ہونا، صاحب اختیار ہونا، صاحب اقتدار ہونا، صاحب طاقت ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اپنے دکھ دینے والوں کے گناہ بخشنا اور اپنے ستانے والوں سے درگزر کرنا اور اپنے دشمنوں سے پیار کرنا اور اپنے بداندیشوں کی خیر خواہی بجا لانا۔ دولت سے دل نہ لگانا، دولت سے مغرور نہ ہونا، دولتمندی میں امساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جُود اور بخشش کا دروازہ کھولنا اور دولت کو ذریعہ نفس پروری نہ ٹھہرانا اور حکومت کو آلہ ظلم و تعدی نہ بنانا۔ (اگر حکومت، طاقت ہاتھ میں آجائے تو اس کی وجہ سے ظلم نہ کرنا) یہ سب اخلاق ایسے ہیں کہ جن کے ثبوت کے لئے صاحب دولت اور صاحب طاقت ہونا شرط ہے۔ اور اسی وقت یہ بہ پایۂ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب انسان کے لئے دولت اور اقتدار دونوں میسر ہوں۔ پس چونکہ بجز زمانۂ مصیبت و اِدبار و زمانۂ دولت و اقتدار (کمزوری اور مصیبت کا زمانہ اور دولت اور اقتدار کا زمانہ) یہ دونوں قسم کے اخلاق ظاہر نہیں ہو سکتے۔ (یعنی یہ چیزیں، ایسے اخلاق جو ہیں کمزوری کی حالت میں بھی اور فتح کی حالت میں بھی اسی وقت ظاہر ہوتے ہیں جب انسان مصیبت کا زمانہ بھی دیکھے اور دولت اور اقتدار کا زمانہ بھی دیکھے) پھر فرمایا کہ اس لئے حکمت کاملہ ایزدی نے تقاضا کیا کہ انبیاء اور اولیاء کو ان دونوں طور کی حالتوں سے کہ جو ہزار ہا نعمتوں پر مشتمل ہیں متمتع کرے۔ لیکن ان دونوں حالتوں کا زمانہ وقوع ہر یک کے لئے ایک ترتیب پر نہیں ہوتا۔ (دونوں حالتیں ہوتی ہیں لیکن ایک ترتیب نہیں ہوتی) بلکہ حکمت الٰہیہ بعض کے لئے زمانہ امن و آسائش پہلے حصہ عمر میں میسر کر دیتی ہے اور زمانہ تکالیف پیچھے سے اور بعض پر پہلے وقتوں میں تکالیف وارد ہوتی ہیں اور پھر آخر کار نصرت الٰہی شامل ہو جاتی ہے اور بعض میں یہ دونوں حالتیں مخفی ہوتی ہیں اور بعض میں کامل درجہ پر ظہور و بروز پکڑتی ہیں (انتہائی طور پر ظاہری ہو جاتی ہیں اور فرمایا کہ) اس بارے میں سب سے اوّل قدم حضرت خاتم الرسل محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہو گئیں (یعنی تنگی کے حالات بھی ہوئے اور فتح اور نصرت کے حالات بھی ہوئے) اور ایسی ترتیب سے آئیں کہ جس سے تمام اخلاق فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہو گئے اور مضمون اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا بہ پایہ ثابت پہنچ گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا دونوں طور پر علی وجہ الکمال ثابت ہونا تمام انبیاء کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے (آپ کے اخلاق کا کمال تک پہنچنا صرف آپ کے اخلاق کو نہیں بلکہ تمام انبیاء کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے۔ کس طرح؟ فرمایا) کیونکہ آنجناب نے ان کی نبوت اور ان کی کتابوں کو تصدیق کیا (ان کی تصدیق کی) اور ان کا مقربُ اللہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ پس اس تحقیق سے یہ اعتراض بھی بالکل دور ہو گیا کہ جو مسیح کے اخلاق کی نسبت دلوں میں گزر سکتا ہے یعنی یہ کہ اخلاق حضرت مسیح علیہ السلام دونوں قسم مذکورہ بالا پر علی وجہ الکمال ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ ایک قسم کے رُو سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ مسیح نے جو زمانۂ مصیبتوں میں صبر کیا تو کمالیت اور صحت اس صبر کی تب بہ پایۂ صداقت پہنچ سکتی تھی کہ جب مسیح اپنے تکلیف دہندوں پر اقتدار اور غلبہ پا کر اپنے موذیوں کے گناہ دلی صفائی سے بخش دیتا (جنہوں نے آپ کو تکلیفیں پہنچائی تھیں ان کے گناہ دلی صفائی سے بخش دیتا) جیسا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلی فتح پا کر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا۔ اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) قطعی حکم وارد ہو چکا تھا۔ اور بجز ان ازلی ملعونوں کے ہر یک دشمن کا گناہ بخش دیا اور فتح پا کر سب کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہا۔ اور اسے عفو تقصیر کی وجہ

سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال ہوتا تھا اور اپنی شرارتوں پر نظر کرنے سے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔'' (یعنی ایسا عفو دکھایا جو مخالفوں کو اپنے گناہوں کی وجہ سے، اپنی غلطیوں کی وجہ سے لگتا تھا کہ بڑا مشکل ہے ہمیں معاف نہیں کیا جائے گا۔ جب وہ اپنی شرارتوں کو دیکھتے تھے تو سمجھتے تھے کہ اب ہماری سزا صرف یہی ہے کہ ہمیں قتل کیا جائے گا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ) ''ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دین اسلام قبول کر لیا (اسی وجہ سے) اور حقانی صبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو ایک زمانۂ دراز تک آنجناب نے ان کی سخت سخت ایذاؤں پر کیا تھا۔ آفتاب کی طرح ان کے سامنے روشن ہو گیا (ایسا صبر تھا جو آفتاب کی طرح ان کے سامنے روشن ہو گیا) اور چونکہ فطرتاً یہ بات انسان کی عادت میں داخل ہے کہ اسی شخص کے صبر کی عظمت اور بزرگی انسان پر کامل طور پر روشن ہوتی ہے کہ جو بعد زمانہ آزارکشی کے اپنے آزار دہندہ پر قدرت انتقام پا کر اس کے گناہ کو بخش دے۔'' (یعنی کہ ایک لمبے زمانے تک آپ کو تکلیفیں دی گئیں لیکن فرمایا کہ اسی وقت اس کا اظہار ہو سکتا ہے صحیح صبر کا حقیقی صبر کا جب جس کو تکلیفیں دی جائیں اس کو جب بدلہ لینے پر، انتقام لینے پر قدرت حاصل ہو جائے، طاقت حاصل ہو جائے تب وہ ساروں کے گناہ بخش دے۔ تو یہ ہے اصل حقیقی صبر اور یہ نمونہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا) فرمایا کہ ''اس وجہ سے مسیح کے اخلاق کہ جو صبر اور حلم اور برداشت کے متعلق تھے بخوبی ثابت نہ ہوئے اور یہ امر اچھی طرح نہ کھلا کہ مسیح کا صبر اور حلم اختیاری تھا یا اضطراری تھا کیونکہ مسیح نے اقتدار اور طاقت کا زمانہ نہیں پایا تا دیکھا جاتا کہ اس نے اپنے موذیوں کے گناہ کو عفو کیا یا انتقام لیا۔ برخلاف اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ صدہا مواقع میں اچھی طرح کھل گئے اور امتحان کئے گئے اور ان کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہو گئی۔ اور جو اخلاق کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا (دنیا سے بے رغبتی) کے متعلق تھے، وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامہ سے روشن ہو گئے ہوں کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرت پر کھول دیئے۔ سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبّہ بھی خرچ نہ ہوا۔ (اپنے آرام پر ایک پائی بھی خرچ نہیں کی) نہ کوئی عمارت بنائی، نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی۔ بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی اور وہ جو دل آزار تھے ان کو ان کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ اور کھانے کے لئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرتؐ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا۔ اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا اور اس دن سے جو ظہور فرمایا تا اس دن تک جو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے (یعنی کہ ابتدائی زندگی سے لے کر آخر تک وصال تک) بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔ اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر معرکۂ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا۔ (سخت مشکل جگہ ہوتی تھی) خالصًا خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔ غرض جود اور سخاوت اور زہد اور قناعت اور مردی اور شجاعت اور محبت الٰہیہ کے متعلق جو جو اخلاق فاضلہ ہیں وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثل نہ کبھی دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہوگی''

آپ فرماتے ہیں ''اور خدا نے اس ذات مقدس پر انہیں معنوں کر کے وحی اور رسالت کو ختم کیا کہ سب کمالات اس وجود باجُود پر ختم ہو گئے۔ وَھٰذَا فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 276 تا 292 حاشیہ نمبر 11)

پھر ایک عیسائی کے سوال پر وضاحت فرماتے ہوئے کہ روشنی اور نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ سوال یہ تھا کہ ''مسیح نے اپنی نسبت یہ کلمات کہے 'میرے پاس آؤ تم جو تھکے اور ماندے ہو کہ میں تمہیں آرام دوں گا' اور یہ کہ 'میں روشنی ہوں اور میں راہ ہوں۔ میں زندگی اور راستی ہوں'۔ کیا بانیٔ اسلام نے یہ کلمات یا ایسے کلمات کسی جگہ اپنی طرف منسوب کئے ہیں''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''قرآن شریف میں صاف فرمایا گیا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ: الخ (آل عمران: 32) یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔'' (فرمایا کہ) ''یہ وعدہ کہ میری پیروی سے انسان خدا کا پیارا بن جاتا ہے مسیح کے گزشتہ اقوال پر غالب ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کہ انسان خدا کا پیارا ہو جائے۔ پس جس کی راہ پر چلنا انسان کو محبوب الٰہی بنا دیتا ہے اس سے زیادہ کس کا حق ہے کہ اپنے تئیں روشنی کے نام سے موسوم کرے۔ اسی لئے اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ (المائدۃ: 16) یعنی تمہارے پاس خدا کا نور آیا ہے۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 372)

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتی ہے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ :

''اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اِس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے''۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کے ساتھ اپنا پیار کرنا اِس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ یعنی شرط یہ لگائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرو گے تو میرا پیار حاصل ہوگا) چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اِس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا اُنس و شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلّی اس پر پڑتی ہے اور اس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آ جاتا ہے اور اس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 67 تا 68)

پھر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ سب سے کامل انسان اور کامل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں فرماتے ہیں کہ: ''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قُویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ عِلْمًا و عَمَلًا و صِدْقًا و ثَبَاتًا دکھلایا اور انسان کامل کہلایا، .... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا، وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔''

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض احسانات کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ''اس نے ہمارے لئے ایک ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو کریم ہے۔ تمام امور خیر میں صاحب کمال ہے۔ کمالات کے تمام انواع میں، ہر رنگ میں سبقت لے جانے والا ہے۔ تمام رسولوں اور نبیوں کا خاتم ہے۔ اُمّ القریٰ میں آنے والا موعود نبی جو سچ مچ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ اس کے فیضیابوں کی زبانیں ہر وقت اس کی ستائش سے تر رہتی ہیں اور وہ اس رُو سے بھی کامل ستائش کا مستحق ہے کہ اس نے امّت کی خاطر انتہائی مشقت و محنت اپنے اوپر لی اور دین کی عمارت کو بلند کیا اور اس لئے بھی کہ وہ ہمارے لئے ایک روشن اور تاباں کتاب لایا اور اس لئے بھی کہ اسے اپنے خداوند رب العالمین کے پیغاموں کے پہنچانے میں ہمارے لئے طرح طرح کی ایذاؤں کا نشانہ بننا پڑا۔ پھر اس لئے بھی کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں ناتمام اور ناقص رہا تھا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل کیا اور ہمیں افراط اور تفریط سے اور دیگر عیوب و نقائص سے پاک شریعت عطا کی اور اخلاق کو کمال تک پہنچایا اور جو جو کچھ ناقص تھا اسے کامل کیا اور تمام اقوامِ عالَم کو اپنا ممنون احسان کیا اور چوٹی کے فصیح و بلیغ بیانوں اور نہایت روشن وحی کے ذریعہ سے رُشد کی راہیں بتائیں اور مخلوق کو گمراہی سے بچایا اور

اپنے نمونے کے ذریعہ سے کنارہ کش بنایا اور بہائم وانعام کو گویا کر دیا (یعنی ایسے لوگ جو جانوروں کی طرح رہنے والے تھے، اَن پڑھ جاہل تھے، اجڈ تھے ان کو بھی زبانیں دیں اور ان کی زبانوں کو شائستہ کر دیا۔ ان کے اخلاق کو بلند کیا) اور ان میں ہدایت کی روح پھونک دی اور تمام مرسلین کے وارث بنا دیا اور انہیں ایسا پاک وصاف کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے لئے انہوں نے پانی کی طرح اپنے خون بہا دیئے اور کامل اطاعت کے ساتھ اپنے آپ کو بکلّی اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ پھر دوسری طرف آپ نے اچھوتے اور مخفی در مخفی لطائف ومعارف اور نادر نکات کی تعلیم دے کر ہمارے جیسے آپ کے دسترخوان کا پس خوردہ کھانے والوں کو حقیقی فضیلت کے مقام پر پہنچا دیا۔ (اخلاق میں بھی اعلیٰ کر دیا، علم ومعرفت میں بھی اعلیٰ کر دیا) اور آپ کی رہنمائی کے طفیل حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ (روحانیت میں بھی اوپر لے گئے) اور ہم فلک بریں پر جا پہنچے، بعد اس کے کہ ہم زمین میں دھنس چکے تھے۔ پس اے اللہ! روز جزا تک اور ابدال آباد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیج۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک طاہرین طیبین پر اور آپ کے صحابہ کرام پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناصر بھی بنے اور منصور بھی جو اللہ تعالیٰ کی چیدہ اور برگزیدہ جماعت ہے جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنی عزتوں اور اپنی آبروؤں اور اپنے اموال اور اولاد پر اللہ تعالیٰ کو مقدم کیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن''۔

(البلاغ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 434-433۔ ترجمہ عربی عبارت)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان سے بہتر ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد وہی نبی آ سکتا ہے جس کی تربیت آپ کے فیضان سے ہوئی ہو اور آپ کی پیشگوئی کے ماتحت آیا ہو اور کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ .... اور ختم نبوت سے مراد نبوت کے کمالات کا ہمارے نبی افضل الرسل والانبیاء پر ختم ہونا ہے۔ اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کے بعد وہی نبی آ سکتا ہے جو آپ کی امّت میں سے اور آپ کے کامل تر پیروؤں میں سے ہو جس نے تمام کا تمام فیضان آپ ہی کی روحانیت سے پایا ہو اور آپ ہی کے نور سے منور ہوا ہو۔ اَور کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ .... اور یہی بات حق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات پر گواہ ہے اور لوگوں کو آپ کا حسن آپ کے سچے پیروؤں کے لباس میں جو کامل محبت اور اخلاص کے ساتھ آپ میں فنا ہوں دکھلاتی ہے اور اس کے خلاف بحث کرنا جہالت ہے بلکہ یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتر نہ ہونے کا ثبوت ہے اور اہل تدبیر کے لئے اس کی تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی لحاظ سے تو کسی مرد کے باپ نہیں تھے لیکن آپ روحانیت کے رو سے کمال یافتہ شخص پر اپنی فیضان رسالت کے لحاظ سے باپ ہیں اور آپ تمام انبیاء کے خاتَم اور تمام مقبولوں کے سردار ہیں اور سوائے اس شخص کے جس کے پاس آپ کی مہر کا نقش ہو اور آپ کی سنّت کا پیرو ہو، کوئی شخص خدا تعالیٰ کی درگاہ میں کبھی رسائی نہیں پا سکتا اور کوئی عمل اور کوئی عبادت آپ کی رسالت کے اقرار اور آپ کے دین اور آپ کی ملت پر پختگی کے ساتھ قائم ہوئے بغیر قبول نہیں ہو سکتی۔ اور جس نے آپ کو چھوڑا اور اپنی طاقت اور مقدور بھر آپ کی تمام سنن کی پیروی نہ کی وہ ہلاک ہوا اور آپ کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آ سکتی اور کوئی چیز آپ کی کتاب اور آپ کے احکام کو منسوخ کرنے والی یا آپ کی پاک باتوں کو تبدیل کر دینے والی نہیں ہو سکتی اور کوئی بارش آپ کی بارش جیسی نہیں ہو سکتی۔ اور جو شخص قرآن کی پیروی سے ایک ذرہ بھر باہر نکلا وہ دائرہ ایمان سے نکل گیا۔ اور کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا اور نجات نہیں پا سکتا جب تک وہ ان تمام باتوں کی پیروی نہ کرے جو ہمارے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور جو شخص آپ کے احکام میں سے ایک ذرہ بھر بھی چھوڑتا ہے وہ تباہی کے گڑھے میں گرتا ہے اور جو شخص اس امّت میں سے کہلا کر بھی دعویٰ نبوت کے ساتھ یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ اس کی تربیت خیر البرایا سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہوتی ہے اور آپ کے نمونے کی پیروی کے بغیر وہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ کہ قرآن شریف خاتم الشریعۃ ہے تو ایسا شخص ہلاک شدہ اور پکا کافر وفاجر ہے۔ اور جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ وہ آپ کی امّت میں سے ہے اور جو کچھ اس نے پایا ہے آپ کے فیضان سے پایا ہے اور یہ کہ وہ آپ کے باغ کا ایک پھل، آپ کی بارش کا ایک قطرہ آپ کے انوار کی ایک جھلک ہے تو ایسا شخص ملعون ہے اور ایسے شخص پر اور اس کے مددگاروں اور پیروؤں اور ساتھیوں پر سب پر خدا کی لعنت ہے۔ اب

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہماری جاں فدا ہے

کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنُما ہے
مِرا دِل اُس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے
خبر لے اے مسیحؑا دردِ دل کی
ترے بیمار کا دم گُھٹ رہا ہے
مِرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمد
مِرے دل کا یہی اِک مُدّعا ہے
اُسی کے عشق میں نکلے مِری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے
محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوبِ خدا ہے
ہو اُس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے
اُسی سے میرا دِل پاتا ہے تسکیں
وُہی اِک راہِ دیں کا رہنما ہے
مُجھے اِس بات پر ہے فخر محمودؔ
مِرا معشوق محبوبِ خدا ہے

آسمان کے نیچے ہمارے نبی مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص جو آپ کا غیر ہو نبی نہیں اور نہ ہی قرآن کریم کے سوا ہماری کوئی اور کتاب ہے اور جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو آپ دوزخ میں ڈالتا ہے۔'' (مواهب الرحمان۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 285 تا 287۔ ترجمہ عربی عبارت)

پھر آپ بیان فرماتے ہیں کہ اب شفیع صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرمایا:

''نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سوتم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے (خدا سچ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق اور خدا کے درمیان شفیع ہیں) اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔

موسیٰ نے وہ متاع پائی جس کو قرون اُولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔ مثیل موسیٰ، موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم، ابن مریم سے بڑھ کر۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13-14)

پس یہ چند اقتباسات ہیں جو میں نے ان بے شمار اقتباسات میں سے لئے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مقام کے بارے میں تحریر فرمائے ہیں۔ اسی طرح اسلام کی مختلف تعلیمات کی وضاحت کے بارے میں بھی ایک خزانہ ہے جو آپ نے پیش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے زیادہ سے زیادہ فیض اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام کے نام نہاد علمبرداروں کو بھی عقل دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی عاشق صادق کی باتوں کو سنیں اور یہ عامّۃ المسلمین کی صحیح رہنمائی کرنے والے بنیں۔

۞...۞...۞

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ ڈنمارک وسویڈن، مئی 2016ء

جماعت احمدیہ کا مشن یہی ہے کہ دُنیا کا ہر شخص اپنے خالق حقیقی کے سامنے سربسجود ہو جائے

- ہمارا یقین ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آخری دور میں ایک شخص نے اسلام کو از سرِ نو زندہ کرنے کے لئے آنا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو مسیح اور مہدی کہا ہے پس ہمارا یقین ہے کہ وہ شخص آچکا ہے اور اس شخص کا رتبہ نبی کا رتبہ ہے۔
- عام مسلمان سمجھتے ہیں کہ جب دنیا ختم ہونے کے قریب ہوگی تو مسیح آسمان سے نازل ہوگا اور مہدی زمین میں ہی پیدا ہوگا۔ ان کے نزدیک مہدی اور مسیح دو مختلف شخصیات کے نام ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مخالفین اسلام کا خاتمہ کریں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دنیا ویسے ہی ختم ہونے کو ہورہی ہوگی تو پھر ان دونوں کا کیا کام ہے؟ پس ہم یہ کہتے ہیں کہ آخری زمانہ سے مراد وہ دن نہیں جب دنیا ختم ہورہی ہوگی بلکہ اس سے مراد چودھویں صدی ہے۔
- خلیفہ ایک روحانی رہنما ہوتا ہے نہ کہ دنیوی حکومتوں کی طرح کوئی انتظامی سربراہ۔ مذہب اور حکومت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ ہر حکومت اپنے امور اپنے نظام کے مطابق چلائے گی۔ اگر تو یہ حکومتیں احمدی ہوں گی تو ایک ہاتھ کے نیچے جمع ہوں گی اور روحانی طور پر ان کی رہنمائی ایک خلیفہ کے ذریعہ کی جائے گی۔
- جرمنی کے ایک علاقہ کی انتظامیہ نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے کہا تھا کہ وہ اسلام کے حوالہ سے نصاب بنا کردیں جو طلبا کو اسکولوں میں پڑھایا جاسکے۔ وہاں ہم نے اپنا نصاب بھی تیار کر کے دیا تھا تو انہوں نے ہمارے نصاب کو قبول کیا اور وہی اسکولوں میں پڑھایا جارہا ہے۔ اس نصاب میں متنازع معاملات کو لینے کی بجائے ہم نے قرآن کریم اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی اصل تاریخ کو لیا جو سب کے مابین مشترک ہیں۔
- سب سے بڑا چیلنج یہی ہے کہ بنی نوع انسان کو اس کے خالق کے قریب لایا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم کے مطابق انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ اپنے خالق کے سامنے جھکا جائے۔ اگر آپ کی پیدائش کا بنیادی مقصد ہی یہ ہو تو پھر یہی سب سے بڑا چیلنج ہوگا۔
- جماعت احمدیہ کا مشن یہی ہے کہ دنیا کا ہر شخص اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ اگر یہ مقصد حاصل ہو جائے تو یہی کافی ہے۔ ہمیں کوئی قوم بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ملکوں پر قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پروفیسرز صاحبان اور اعلیٰ عہدیداران کی حضور انور سے ملاقات، مہمانان کرام کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ و نصائح

رپورٹ: عبد الماجد طاہر، ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مورخہ 18 مئی 2016 کی مصروفیات

صبح تین بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی اپارٹمنٹ میں تشریف لے گئے۔

مہمانوں سے ملاقات

آج پروگرام کے مطابق یونیورسٹیز کے بعض پروفیسرز صاحبان اور بعض دوسرے مہمانوں کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات تھی۔

درج ذیل پروفیسرز صاحبان اور دوسرے مہمان حضور انور سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے اور میٹنگ روم میں حضور انور کی آمد کے منتظر تھے۔

Mr.Simon Sorgenfrei (پروفیسر)
Mr. Frederic Brusi
(اسسٹنٹ لیکچرار سٹاک ہوم یونیورسٹی)
Mr. Jenny Berglund
(ایسوسی ایٹ پروفیسر)
David Thurjell (پروفیسر)
Ferdinando Sardeua (لیکچرار)
Mr Lizzie Oved Scheja
(سویڈن میں جیوش کلچر کے بانی اور ڈائریکٹر)
Mr ULF lindgren (چرچ کے نمائندہ)
Mr. Torbjorn Persson
(روٹری کلب ARLANDA کے پریزیڈنٹ)
Mr. Maynard Gerber
(Cantor, Judiska, Forsamlingen)

ان مہمانوں کے علاوہ پروگرام کے دوران انڈیا اور اسرائیل کے ایمبسڈرز بھی تشریف لائے اور پروگرام میں شامل ہوئے۔

- حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پروگرام کے مطابق صبح دس بجے تشریف لائے۔
- ملاقات کے آغاز میں وہاں موجود پروفیسرز نے اپنا تعارف کروایا۔ سب سے پہلے سویڈن سے تعلق رکھنے والے ایک پروفیسر نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ وہ مشرقِ وسطیٰ میں ایک لمبا عرصہ گذار چکے ہیں۔
- اسکے بعد ایک خاتون پروفیسر نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ ان کا تعلق تل ابیب (اسرائیل) سے ہے مگر وہ گزشتہ بیس سال سے سویڈن میں مقیم ہیں۔
- اسکے بعد ایک پروفیسر ڈاکٹر نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ میں اس وقت یہود کمیونٹی کے لئے کام کر رہا ہوں۔ میں ختنے بھی کرتا ہوں لیکن جو لوگ میرے پاس سب سے زیادہ آتے ہیں وہ مسلمان ہیں۔ اس لئے میں مسلمانوں کو بہت قریب سے جانتا ہوں۔
- اسکے بعد ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر خاتون نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ میں یہاں سویڈن میں ایک یونیورسٹی میں مذہب پڑھاتی ہوں۔ اسی طرح انگلینڈ Warwick یونیورسٹی میں وزٹنگ پروفیسر بھی ہوں۔ اس کے علاوہ میں Islamic Education پر بھی ریسرچ کر رہی ہوں۔
- اسکے بعد ایک پروفیسر نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ ان کا subject ایران کی تاریخ اور شیعہ ازم ہے۔
- یونیورسٹی آف سٹاک ہوم کے ایک پروفیسر نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ وہ تاریخِ مذاہب پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے اسلام اور Middle Eastern Studies میں سپیشلائیزیشن کی ہوئی ہے۔
- یونیورسٹی اور سٹاک ہوم کے ایک اور پروفیسر نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ وہ بھی تاریخِ مذاہب پڑھاتے ہیں اور انہوں نے SouthAsian Religions پر سپیشلائیزیشن کی ہوئی ہے۔
- اس مختصر تعارف کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے استفسار فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ آج یہاں سارے پروفیسرز ہی موجود ہیں۔ جس پر ایک مہمان نے بتایا کہ ان کے علاوہ باقی پروفیسرز ہیں اور وہ سویڈن کے ایک چرچ میں پادری ہیں۔ نیز انہوں نے بتایا کہ تین سال مصر میں رہ کر آئے ہیں۔
- اسکے علاوہ اس میٹنگ میں سویڈن میں متعین انڈیا اور اسرائیل کے ایمبیسڈرز بھی شامل ہوئے۔
- بعد ازاں حضور انور نے استفسار فرمایا کہ سویڈن میں حالات زندگی کیا ہیں؟ اس پر ایک پروفیسر خاتون نے جواب دیتے ہوئے کہا:
- میرا خیال ہے اگر عمومی طور پر دیکھا جائے تو دورِ حاضر میں جس طرح بعض تبدیلیاں آرہی ہیں۔ ان کا اثر باقی یورپ کی طرح سویڈن پر بھی پڑ رہا ہے۔ اور اگر انفرادی لحاظ سے دیکھا جائے تو اگر آپ ٹھیک راستے پر ہیں تو سویڈن میں

زندگی کافی آسان ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے استفسار فرمانے پر ایک پروفیسر نے بتایا کہ سویڈن میں یہودیوں کی کل آبادی تقریباً 20 ہزار ہے اور ان میں سے نصف Greater Stockholm میں ہی آباد ہیں۔ اسکے علاوہ یہودیوں کی کمیونٹی گوتھن برگ اور مالمو کے علاقوں میں بھی موجود ہے۔ لیکن سب سے زیادہ یہودی سٹاک ہوم میں ہی آباد ہیں۔

اسکے بعد ایک پروفیسر نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے سوال کیا کہ آپ کا سویڈن میں قیام کیسا رہا؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: گزشتہ دنوں کافی مصروفیت رہی ہے۔ جماعت کے بہت سے افراد ملنے کیلئے آتے رہے ہیں۔ کچھ تقاریب کا انعقاد ہوا۔ مالمو میں مسجد کا افتتاح ہوا۔

موصوف نے پوچھا کہ کیا آپ گوتھن برگ میں تشریف لے کر گئے ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اس دورہ میں تو ابھی تک گوتھن برگ نہیں گیا لیکن سٹاک ہوم سے گوتھن برگ جانے کا ہی پروگرام ہے۔ مگر گیارہ سال پہلے جب میں سویڈن آیا تھا اس وقت گوتھن برگ بھی گیا تھا۔ بہر حال یہاں سٹاک ہوم میں پہلی مرتبہ ہی آیا ہوں۔

ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ کیا یہاں سویڈن میں جماعتِ احمدیہ کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ بہت بڑی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن بہر حال بتدریج کچھ تو اضافہ ہو رہا ہے۔ حال ہی میں پاکستان کے کافی رفیوجیز یہاں آکر آباد ہوئے ہیں جن کو unhcr کے ذریعہ مشرق بعید کے مختلف ممالک ملائشیا اور تھائی لینڈ وغیرہ میں رفیوجی سٹیٹس دیا گیا تھا۔

ایک خاتون پروفیسر نے سوال کیا کہ یوکے میں آپ کی جماعت کتنی بڑی ہے؟ میں نے سنا ہے وہاں بھی سارے ملک میں آپ کی مساجد ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: وہاں تقریبا 35 ہزار کے قریب احمدی ہیں جن میں سے اکثریت لندن میں ہے۔ لیکن احمدی سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس طرح وہاں کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں ہماری مساجد اور سنٹرز ہیں۔ یوکے میں تقریباً ہر سال ہی دو سے تین مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔

اس کے بعد ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ شیعوں کے خلاف جو نفرت میں اضافہ ہو رہا ہے اس کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ اور جس طرح شیعوں کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو رہا ہے اس کا احمدیوں کے ساتھ کیا تعلق بنتا ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مسلمانوں کی اکثریت سنی فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ گو کہ سنیوں کے اندر بھی کافی فرقے ہیں۔ مگر یہ سب کہتے ہیں کہ شیعہ لوگ اصل تعلیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور اسلام کی صحیح تعلیمات پر عمل نہیں کرتے اور ہمارے متعلق بھی انکا یہی خیال ہے۔ شیعہ لوگوں کے اپنے عقائد ہیں جو وہ کئی صدیوں سے مانتے چلے آرہے ہیں۔ جبکہ ہمارا یقین ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آخری دور میں ایک شخص نے اسلام کو از سرِ نو زندہ کرنے کیلئے دوبارہ آنا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو مسیح اور مہدی کہا ہے۔ پس ہمارا یقین ہے کہ وہ شخص آچکا ہے اور اس شخص کا رتبہ نبی کا رتبہ ہے۔ ہمارے مخالفین میں سے اکثر کا تعلق مختلف سنی فرقوں سے ہے۔ لیکن سنی اور شیعہ دونوں ہی ہمارے خلاف ہیں کیونکہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور اسی وجہ سے ہمارے خلاف ہیں۔ لیکن ہم یہ دلیل دیتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی اور بعض نشانات بھی بیان فرمائے تھے۔ پس جب آپ جماعت احمدیہ کی بات کرتے ہیں یا مسیح موعود اور مہدی معہود کی بات کرتے ہیں تو اس کی پیشگوئی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی فرما چکے تھے۔ اگر ہم ان عقائد پر یقین رکھتے ہیں تو اس کے پیچھے مضبوط دلائل ہیں۔ بہر حال ہمارے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان بعض چیزوں پر اختلاف تو ہے لیکن اسکے باوجود دنیا بھر سے سنی مسلمان اور شیعہ مسلمان جماعت احمدیہ میں شامل ہو رہے ہیں۔

اس پر ایک خاتون پروفیسر نے سوال کیا کہ: سنی اور شیعہ میں جو لوگ آپ کی جماعت میں شامل ہو رہے ہیں کیا ان کا تعلق سنیوں اور شیعوں کے کسی خاص مکتبہ فکر یا فرقہ سے ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ: سنیوں اور شیعوں میں سے کسی خاص مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہو رہے بلکہ مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے شامل ہو رہے ہیں۔ جس کو بھی ہمارے عقائد اور دلائل کی سمجھ آجاتی ہے وہ ہماری جماعت میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس پر موصوفہ نے پوچھا کہ آپ کی جماعت میں شامل ہونے کا طریقِ کار کیا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: طریق کار یہی ہے کہ جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والا بیعت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاتا ہوں اور اس کی جماعت میں شامل ہوتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو وہی مسیح موعود اور امام مہدی مانتا ہوں جس کی پیشگوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ ہم تو وہی کلمہ پڑھتے ہیں جو دیگر مسلمان پڑھتے ہیں یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہم بھی وہی قرآن کریم پڑھتے ہیں اور اسی پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم بھی اسلام کے اسی پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں اور انہیں خاتم النبیین مانتے ہیں۔ پس عقائد کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو سوائے اسکے کہ ہم اس شخص پر یقین رکھتے ہیں جس کے متعلق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ مسیح اور مہدی ہوگا ہمارے اور دیگر مسلمانوں کے بیچ کوئی فرق نہیں ہے۔ یا آپ کہہ سکتے ہیں قرآن کریم کی بعض آیات ہیں جن کی تفسیر احمدی مسلمان دیگر مسلمانوں سے مختلف کرتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ درست طریق پر کرتے ہیں۔ کیونکہ جو تفسیر ہم بیان کرتے ہیں قرآن کریم کی دیگر آیات اسکی تائید کرتی ہیں لیکن اسلام کے بعض فرقے یا مولوی یا بعض مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ ان آیات کی اپنی تفسیر کرتے ہیں۔

ایک پروفیسر نے کہا کہ اسلام کے دوسرے فرقوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ مہدی آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اسکی آپ کیا تاویل کرتے ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جب دنیا ختم ہونے کے قریب ہوگی تو مسیح آسمان سے نازل ہوگا اور مہدی زمین میں ہی پیدا ہوگا۔ ان کے نزدیک مہدی اور مسیح دو مختلف شخصیات کے نام ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مخالفینِ اسلام کا خاتمہ کریں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دنیا ویسے ہی ختم ہونے کو ہو رہی ہوگی تو پھر ان دونوں کا کیا کام ہے؟ جب دنیا ہی ختم ہو جائے گی تو یہ کس طرح اسلام کی اصلاح کریں گے۔ یا کس کو کہیں گے کہ اسلام قبول کر لو؟ بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو کس طرح ہدایت دیں گے؟ پس ہم یہ کہتے ہیں کہ آخری زمانہ سے مراد وہ دن نہیں جب دنیا ختم ہو رہی ہوگی بلکہ اس سے مراد چودھویں صدی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تیرھویں صدی کے آخر میں مسیح اور مہدی کا ظہور ہوگا۔ پھر قرآن کریم میں بھی آخری زمانہ کی علامات بیان ہوئی ہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ آخری زمانہ میں ذرائع نقل و حرکت میں کثرت ہوگی۔ اور اسی نشان کو پورا ہوتا آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اونٹوں اور گھوڑوں کی سواری ترک ہو چکی ہے اور ان کی جگہ بحری اور ہوائی جہازوں، کاروں، ٹرینوں اور بسوں نے لے لی ہے۔ اسی طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور علامت کی پیشگوئی فرمائی کہ اس زمانہ میں رمضان کے مہینہ کی خاص تاریخوں میں چاند اور سورج گرہن لگے گا اور 1894 میں رمضان کے مہینہ میں یہ نشان پورا ہوا جب چاند کو گرہن لگنے کے دنوں میں سے پہلے دن چاند کو گرہن لگا اور پھر اسی مہینہ کی اٹھائیس تاریخ کو سورج کو گرہن لگا۔ چنانچہ 1894 میں پیشگوئی کے مطابق یہ دونوں گرہن ایک ہی ماہ میں مشرقی کرہ ارض پر رونما ہوئے اور پھر 1895 میں چاند اور سورج گرہن کا نشان مغربی کرہ ارض پر رونما ہوا جو امریکہ اور دیگر ممالک میں دیکھا گیا۔ پس جب یہ نشان ظاہر ہوئے تو اس وقت مدعی بھی موجود تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جب نشان پورے ہو چکے ہیں اور مدعی بھی موجود ہے تو اس کو قبول نہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ پس آخری زمانہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ جب دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ورنہ ایسے وقت میں مسیح اور مہدی کا کیا فائدہ؟ اگر یہ بات سچ ہے کہ آنے والا لوگوں کی رہنمائی کرنے کیلئے اور انہیں راہ راست پر چلانے کیلئے آئے گا تو پھر لوگ خدا سے پوچھیں گے کہ ہمیں تو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیا گیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نزدیک دنیا کے عین خاتمہ کے وقت مسیح اور مہدی کا ظاہر ہونا ایک غیر معقول بات ہے۔

اسکے بعد ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ آپکا جماعت احمدیہ میں کیا منصب ہے؟ کیا آپ کا عمل دخل صرف فقہی مسائل تک محدود ہے؟

اسکے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: خلیفہ تو نبی کا جانشین ہوتا ہے۔ اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان تمام ذمہ داریوں کو ادا کرے جو نبی کو سونپی جاتی ہیں۔ اور یہ ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ایک تو بنی نوع انسان کو اسکے خالق کے قریب لانا اور دوسرا بنی نوع انسان کو حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرنا اور پھرا سلام کا پیغام پھیلانا۔ پس یہ خلیفہ کے فرائض ہیں۔ خلیفہ ایک روحانی رہنما ہوتا ہے نہ کہ دنیوی حکومتوں کی طرح کوئی انتظامی سربراہ۔ ہاں جہاں تک اسکی جماعت کا تعلق ہے تو وہ اپنی جماعت کا تو انتظامی سربراہ ہوتا ہے لیکن امورِ حکومت کا انتظامی سربراہ نہیں ہوتا۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق مذہب اور حکومت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ ہر حکومت اپنے امور اپنے نظام کے مطابق چلائے گی۔ اگر تو یہ حکومتیں احمدی ہوں گی تو ایک ہاتھ کے نیچے جمع ہوں گی اور روحانی طور پر ان کی رہنمائی ایک خلیفہ کے ذریعہ کی جائے گی۔

ایک پروفیسر خاتون جو کہ islamic

education کی سپیشلسٹ ہیں انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے سوال کیا کہ کیا آپ لوگوں کے اپنے اسکول ہیں جہاں آپ اپنا نصاب پڑھاتے ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ فی الحال تو یورپ یا دیگر مغربی ممالک میں ہمارے اپنے اسکول تو نہیں ہیں۔ افریقہ میں ہمارے اسکول تو ہیں لیکن وہ مذہبی اسکول نہیں ہیں۔ وہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن کریم، بائبل اور دیگر مذاہب کی بنیادی تعلیم دی جاتی ہے اور جہاں تک کسی خاص مذہبی نصاب کا تعلق ہے تو جرمنی کے ایک علاقہ کی انتظامیہ نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے کہا تھا کہ وہ اسلام کے حوالہ سے نصاب بنا کر دیں جو طلبا کو اسکولوں میں پڑھایا جا سکے۔ وہاں ہم نے اپنا نصاب بھی تیار کر کے دیا تھا تو انہوں نے ہمارے نصاب کو قبول کیا اور وہی اسکولوں میں پڑھایا جا رہا ہے۔ اس نصاب میں متنازع معاملات کو لینے کی بجائے ہم نے قرآن کریم اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی اصل تاریخ کو لیا جو سب کے مابین مشترک ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اس کے علاوہ ہمارے مشنری ٹریننگ کالجز ہیں۔ یورپ کے کالجز میں سے ایک کالج جرمنی میں ہے۔ ایک یوکے میں ہے۔ اسی طرح کینیڈا میں بھی ہے اور افریقہ میں بھی ایک انٹرنیشنل مشنری ٹریننگ کالج ہے۔ پھر انڈونیشیا ہے۔ اسی طرح شارٹ کورسز کے لئے دنیا کے متعدد ممالک میں یہ کالجز قائم ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کاشف محمود ورک صاحب مبلغ سلسلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بھی یو.کے کے مشنری ٹریننگ کالج سے تعلیم حاصل کی ہے۔ غالباً یہ اس ٹریننگ کالج کی پہلی فارغ التحصیل کلاس میں سے تھے۔ تو آپ کہہ سکتی ہیں انکا شمار اس کالج کے ابتدائی طلباء میں ہوتا ہے۔

اسکے بعد ایک پروفیسر نے سوال کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور بنگلہ دیش میں حکومت کے ساتھ تعلقات کے حوالہ سے کیا جماعت احمدیہ میں کوئی بہتری آئی ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جہاں تک بنگلہ دیش کی حکومت کے ساتھ جماعت کے تعلقات کی بات ہے تو ہمارا وہاں حکومت کے ساتھ بڑا اچھا تعلق ہے کیونکہ بنگلہ دیش میں ہماری جماعت کے خلاف کوئی قانون نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو پاکستان کی حکومت نے 1974ء میں احمدیوں کے خلاف وہاں کی پارلیمنٹ میں قانون سازی کی ہے کہ قانون اور آئین کی رو سے احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ پس وہاں احمدیوں کے خلاف قانون موجود ہے۔ اور اس قانون میں مزید اضافے ضیاء الحق مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے دور میں ہوئے۔ پہلے تو صرف پارلیمنٹ نے قانون پاس کیا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا پارلیمنٹ جو مرضی سمجھے ہم تو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں لیکن ضیاء الحق نے جو قوانین نافذ کئے ان کے مطابق ہم اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ ہم اپنے بچوں کے نام مسلمانوں جیسے نہیں رکھ سکتے۔ ہم اپنی مساجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کو اسلامی طریق کے مطابق السلام علیکم بھی نہیں کہہ سکتے۔ پس جب تک یہ قوانین قائم ہیں اور ان کی آڑ میں ہم پر مظالم کا سلسلہ جاری ہے اس وقت تک پاکستان میں ہمارے حالات اور تعلقات کس طرح بہتر ہو سکتے ہیں۔ لیکن بنگلہ دیش میں حالات مختلف ہیں پس اس کا تعلق حکومت کی پالیسی سے ہے۔ جماعت کا بنگلہ دیش کی موجودہ حکومت کے ساتھ بڑا اچھا تعلق ہے۔

ایک پادری نے سوال کرتے ہوئے پوچھا کہ کل 10 سال کی عمر کے مسلمان بچے چرچ میں آئے تھے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ ہم اس طرح baptize کرتے ہیں۔ اس پر ایک بچے نے پوچھا کہ جب مسلمان بچہ پیدا ہوتا ہے اور آپ اس کو بپتسمہ دیں تو کیا وہ مسلمان کہلائے گا؟ اس پر مَیں نے اس بچے سے کہا کہ مجھے علم نہیں۔ لیکن اگر مَیں بپتسمہ دوں گا تو شاید وہ بچہ عیسائی کہلائے گا یا شاید وہ مسلمان ہی کہلائے۔ موصوف نے پوچھا کہ ایسی صورتحال میں آپ کا کیا جواب ہوتا۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پیغمبرِ اسلام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتِ صحیحہ پر جنم لیتا ہے۔ مذہبی اعتبار سے وہ نہ تو مسلمان ہوتا ہے، نہ عیسائی اور نہ ہی یہودی لیکن اسکی فطرت نیک ہوتی ہے۔ لیکن اس کے بعد اسکے والدین جیسے چاہیں اسکی پرورش کریں۔ پس جسکو آپ لوگ بپتسمہ دیں گے وہ عیسائی ہی کہلائے گا۔ لیکن مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کوئی عیسائی نیک فطرت نہیں ہوسکتا۔ پس میرے نزدیک ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔

● حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انڈین سفیر سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کا آغاز انڈیا سے ہی ہوا تھا۔ پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبہ قادیان سے ہوا تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے استفسار پر موصوفہ نے بتایا کہ ویسے تو میں دہلی سے ہوں لیکن بنیادی طور پر میرا تعلق مشرقی بنگال سے ہے۔

موصوفہ نے بتایا کہ انڈیا میں آپ کی جماعت کی موجودگی سے پتہ چلتا ہے کہ انڈیا ایک سیکولر ملک ہے اور ہمارا یقین ہے کہ ہر مذہب کا عزت و احترام ہونا چاہئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ درست بات ہے۔ انڈیا کی موجودہ حکومت کے ساتھ جماعت کا بڑا اچھا تعلق ہے۔

انڈین ایمبیسڈر نے کہا کہ حال ہی میں صوفیاء کی ایک عالمی کانفرنس کے موقع پر ہمارے وزیر اعظم نریندر مودی صاحب نے بڑے واضح طور پر کہا کہ اسلام ایک امن کا مذہب ہے اور اس کو دنیا میں غلط رنگ میں بطور ایک متشدد مذہب کے پیش کیا جا رہا ہے۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بالکل درست بات ہے۔ ہر مذہب کی اصل تعلیم امن، پیار اور ہم آہنگی پر ہی مشتمل ہوتی ہے۔ اللہ سے پیار کرو اور بنی نوع انسان سے پیار کرو۔

● اسکے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سویڈن میں متعین اسرائیلی سفیر سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جماعت اسرائیل میں بھی ہے۔

موصوف نے کہا کہ ہمارے لئے بڑے فخر کی بات ہے کہ اسلام کا ایک امن پسند فرقہ ہمارے ملک میں موجود ہے۔ اس کیلئے مَیں آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔

موصوف نے کہا کہ یہاں سویڈن میں ہمارے احمدیوں کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ لیکن بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ سویڈن میں موجود دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہماری کمیونٹی کے ایسے تعلقات نہیں ہیں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اسرائیل میں جو احمدی رہ رہے ہیں وہ دیگر مسلمانوں اور یہودیوں کے بیچ ایک قسم کا ثالثی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

موصوف نے کہا: ہم کوشش کے باوجود یہاں سویڈن میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تعلق نہیں بنا سکے۔ یہ لوگ یہودیوں کے ساتھ کوئی تعلق رکھنا ہی نہیں چاہتے۔ اس لئے میں آپ کا بہت زیادہ شکرگزار ہوں کہ آپ نہ صرف امن کی تعلیمات کے فروغ کیلئے کوشاں ہیں بلکہ خود بھی ان تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔

اسکے بعد ایک پروفیسر نے سوال کرتے ہوئے کہا: مسلم ممالک میں اور جگہوں پر بھی مہدی ہونے کے دعویدار موجود ہیں۔ جیسے سوڈان میں ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی طرح 1979ء میں سعودی عرب میں بھی کسی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ جماعت احمدیہ کا ان دعویداروں کے بارہ میں کیا نظریہ ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: دعویدار تو کئی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھنا ہوگا کہ دعویٰ کرنے والا کس حد تک کامیاب ہوا ہے؟ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے ظہور کے حوالہ سے بعض علامات کی پیشگوئی فرمائی تھی جو چودھویں صدی میں پوری ہوگئیں اور اس وقت مہدی کا دعویدار بھی موجود تھا۔ اس وقت تو کسی اور نے دعویٰ نہیں کیا۔ اسکے علاوہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہوگا کہ جبکہ ان دعویٰ کرنے والوں میں سے ہر ایک نے صرف مہدی ہونے کا ہی دعویٰ کیا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص کو دونوں خطاب دیئے جائیں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: دوسری بات یہ ہے کہ مہدی کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ کہاں تک گئے ہیں؟ دنیا کے کتنے ممالک میں پہنچے ہیں؟ لیکن جماعت احمدیہ گزشتہ 127 سال میں مسلسل ترقیات کی منازل طے کر رہی ہے اور دنیا بھر میں اس کا پیغام پھیل رہا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ بھی ممکن ہے بعض نیک اور اولیاء بھی ہوں اور ان کے ماننے والوں نے ان کو مہدی کا لقب دے دیا ہو مگر ایسے لوگ صرف خاص علاقہ اور خاص قوم کیلئے تھے۔

اسکے بعد ایک پروفیسر نے سوال کرتے ہوئے پوچھا کہ جماعت احمدیہ میں بھی دو فرقے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق قادیان سے ہے اور دوسرے وہ جو لاہوری کہلاتے ہیں۔ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: لاہوری احمدی نظامِ خلافت کو نہیں مانتے اور یہی وجہ تھی وہ جماعت سے علیحدہ ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ جماعتی امور کے انتظام و انصرام کی باگ ڈور ایک خلیفہ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ ایک کمیٹی یا چند لوگوں پر مشتمل ایک گروپ کے پاس ہونی چاہئے۔ لیکن ہم کہتے ہیں نبی کے بعد خلافت کا نظام قائم ہوتا ہے۔ پس یہ بنیادی وجہ ہے جس کی وجہ سے وہ جماعت احمدیہ سے الگ ہوئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جہاں تک ہمارے آپس کے تعلقات کی بات ہے تو ہم لوگ جب بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو اچھا ملتے ہیں۔ بلکہ دو تین سال قبل میں ان کی برلن کی مسجد میں بھی گیا تھا اور اس مسجد کے امام نے بڑے پرتپاک طریق پر میرا استقبال کیا۔ انہوں نے ہماری کاوشوں کو سراہا اور یہ لوگ ہماری تقریبات میں بھی شامل ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے درمیان کوئی بہت زیادہ بغض اور دشمنی نہیں ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہماری جماعت میں اضافہ ہو رہا ہے اور وہ لوگ دن بدن کم ہو رہے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بھی ایک اچھی خاصی تعداد ہماری جماعت میں شامل ہو چکی ہے۔

اسکے بعد ایک پروفیسر نے سوال کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے ابھی کچھ دیر پہلے کہا کہ خلیفہ ایک روحانی سربراہ ہوتا ہے۔ تو آپ کے نزدیک اس وقت جماعت احمدیہ اور باقی دنیا کو روحانی طور پر کس مشکل ترین چیلنج کا سامنا ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ آپ کے ساتھ پادری بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ لوگ اپنے خالقِ حقیقی سے دُور ہوتے جا رہے ہیں اور اپنے خالق کے حقوق کی ادائیگی کو بھولتے جا رہے ہیں۔ پس سب سے بڑا چیلنج یہی ہے کہ بنی نوع انسان کو اس کے خالق کے قریب لایا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم کے مطابق انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ اپنے خالق کے سامنے جھکا جائے۔ اگر آپ کی پیدائش کا بنیادی مقصد ہی یہ ہو تو پھر یہی سب سے بڑا چیلنج ہوگا۔

موصوف نے پوچھا کہ کیا اس حوالہ سے مشکلات میں مزید اضافہ ہو رہا ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ان مشکلات میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امریکہ میں ہی چند سال پہلے تک 77 فیصد لوگ مذہب کی طرف رجحان رکھتے تھے یا کم از کم عیسائیت پر ان کا ایمان تھا۔ اور اب یہ نمبر کم ہو کر پچاس فیصد کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اور مزید کم ہو رہا ہے۔ آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ دہریوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور مذہب کے ماننے والوں میں مسلسل کمی ہو رہی ہے۔ پس یہ ہم سب کا مشترکہ چیلنج ہے۔ سب سے پہلے تو بنی نوع انسان کو اس کے خالق کے قریب لایا جائے اور اس کے بعد یہ فیصلہ ہو کہ کس مذہب پر عمل کرنا ہے۔

بعد ازاں ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ آپ کا ماحولیات کے بارہ میں کیا خیال ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر ماحولیات سے آپکی مُراد climate change ہے تو اس کی بنیادی وجہ توازن کا فقدان ہے۔ قدرت نے ہر چیز کے اندر توازن رکھا ہے۔ جیسے جیسے دنیا کی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے، ہم سرسبز جنگلات کو کاٹتے چلے جا رہے ہیں اور نئے شہر اور قصبے تعمیر کر رہے ہیں اور ان میں مسلسل اضافہ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف انڈسٹریل انقلاب لا رہے ہیں۔ ان چیزوں کی وجہ سے ماحول آلودہ ہو رہا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم ہر چیز میں توازن برقرار رکھیں۔

اور دوسرا امن کا فقدان ہے۔ اگر امن نہیں ہوگا اور لوگ ایک دوسرے سے جنگیں کریں گے اور ایک دوسرے کو ماریں گے۔ پس جہاں زندگی ہی نہ ہو وہاں ماحول کیا کرے گا؟

ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ آپ جماعت احمدیہ میں فقہی مسائل کو کیسے حل کرتے ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ بنیادی طور پر ہم فقہ حنفی کو مانتے ہیں اور جب ہم بعض چیزیں ایسی دیکھتے ہیں جن کا حل فقہ حنفی میں موجود نہیں تو پھر ہم قرآن کریم، احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ان امور کو حل کرتے ہیں۔ چند ایک ہی باتیں ہوں گی جن پر ہمارے اور حنفیوں کے مابین اختلاف ہوگا۔

ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ احمدیوں کو حج کرنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ تو کیا آپ حج کی جگہ پر کچھ اور کرتے ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حج کے متبادل اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام کے بنیادی اراکین میں کلمہ، صلوٰۃ، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہیں۔ تو حج اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ گو کہ ہمیں حج پر جانے سے روکا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود ہر سال احمدیوں کی اچھی خاصی تعداد حج کیلئے جاتی ہے۔ مگر وہ وہاں اپنے آپ کو احمدی نہیں کہہ سکتے۔ اس حوالہ سے کچھ مسائل تو ہیں لیکن پھر بھی ہم حج کرتے ہیں۔ ہمارے پہلے خلیفہ نے بھی حج کیا تھا اسی طرح دوسرے خلیفہ نے بھی حج کیا۔ پھر انکے بچوں نے بھی حج کئے۔ میرے بڑے بھائی نے بھی دو سال پہلے حج کیا تھا۔

اس پر ایک پروفیسر خاتون نے سوال کیا کہ کیا آپکی مکہ کے علاوہ بھی حج کی کوئی جگہیں ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: نہیں۔ اور کوئی ایسی جگہ نہیں جو مکہ کا متبادل ہو سکے۔

اس پر موصوفہ نے کہا کہ مکہ کا متبادل نہیں لیکن بعض اوقات مزار وغیرہ پر لوگ جاتے ہیں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مزار تو نہیں لیکن ہمارے بھی بعض مقدس مقامات ہیں جیسے کہ قادیان جو بانی سلسلہ احمدیہ کا وطن تھا۔ یہ ہمارے لئے بہت مقدس جگہ ہے۔ کیونکہ وہ وہاں پیدا ہوئے۔ وہ وہاں رہے اور پھر وہاں مدفون ہیں۔ لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتیں کہ قادیان اور مکہ کا مقام ایک ہی ہے۔

ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ آپکو آپ سے پہلے والے خلیفہ نے خلافت کیلئے نامزد کیا تھا؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: نہیں۔ ہماری ایک مجلس انتخاب ہوتی ہے جس کے ممبرز جماعت احمدیہ کے افراد ہوتے ہیں۔ ان ممبرز میں سے مرکزی عہدیداران، ممالک کے امراء اور بعض سینئر مبلغین شامل ہوتے ہیں جو خلیفہ کی وفات کے بعد جمع ہوتے ہیں اور نئے خلیفہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ خلافت کیلئے نام پیش ہوتے ہیں اور ان کو ووٹ دیئے جاتے ہیں اور اس ساری کاروائی کی باقاعدہ ریکارڈنگ کی جاتی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے پوپ کا انتخاب ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں کوئی چمنی نہیں ہوتی جس میں سے دھواں نکلتا ہو بلکہ جب خلیفہ کا انتخاب ہو جاتا ہے تو جماعت کے لوگ نئے خلیفہ کی بیعت کرتے ہیں۔

ایک پروفیسر نے سوال کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ کن قوموں پر مشتمل ہے؟ کیا زیادہ تر لوگوں کا تعلق جنوبی ایشیا سے ہے یا اور بھی قومیں احمدی ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اس وقت افریقن احمدیوں کی تعداد ہندو پاک کے احمدیوں سے زیادہ ہے۔ گو کہ پاکستان اور انڈیا کے احمدی امریکہ، یورپ اور باقی ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں مگر افریقن احمدیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پھر مشرقِ بعید میں بھی احمدیوں کی کافی تعداد ہے جیسے انڈونیشیا اور ملائیشیا وغیرہ ہیں۔

ایک خاتون پروفیسر نے کہا جماعت احمدیہ میں عورتوں کا کیا کردار ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جماعت احمدیہ میں عورتوں کا کردار بہت اہم ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ ”جنت ماں کے قدموں تلے ہے“ اس کا مطلب ہے کہ اگر عورت بچوں کی تعلیم و تربیت میں اپنا صحیح کردار ادا نہیں کر رہی تو وہ نہ صرف خود جنت سے محروم ہو رہی ہوتی ہے بلکہ اپنے بچے کو بھی جنت سے محروم کر رہی ہوتی ہے۔ پس یہی بنیادی اصول ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے جماعت کے اندر عورتوں کی ایک علیحدہ تنظیم قائم کی ہوئی ہے۔ جن کی ہر ملک میں ملکی سطح پر صدر ہوتی ہے اور پھر لوکل سطح پر بھی صدر ہوتی ہیں اور دیگر عہدیدار ہوتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے اجلاسات کا انعقاد کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جو جماعتی طور پر پروگرام ہوتے ہیں جس میں مرد اور عورتیں سب شامل ہوتے ہیں ایسے پروگراموں میں بھی عورتوں کیلئے ایک مخصوص وقت رکھا جاتا ہے جس میں وہ اپنی تقریریں وغیرہ کرتی ہیں اور پھر بچوں کی تعلیم و تربیت، ان کی روحانی تعلیم و تربیت، اپنی صحت اور اس طرح کے دیگر پروگراموں کے حوالہ سے منصوبہ بندی کرتی ہیں۔ تو ہماری جماعت میں عورت کا بہت وسیع کردار ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے اندر شرح خواندگی کے اعتبار سے عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت زیادہ ہے۔ پس جب تک آپ کے پاس پورا علم نہ ہو آپ اپنے بچوں کی تربیت نہیں کر سکتے جو کہ عورت کی بہت اہم ذمہ داری ہے۔ ہماری عورتیں اچھی تعلیم یافتہ ہیں۔ ان میں انجینئرز، ڈاکٹرز، آرکیٹیکٹس اور پروفیسرز بھی ہیں۔ حتی کہ تیسری دنیا کے ممالک میں بھی ہماری خواتین میں سے 99.9 فیصد کا شمار خواندہ خواتین میں ہوتا ہے جبکہ اس کے مقابل پر مرد صرف 90 فیصد ہیں۔ شرح خواندگی سے مراد یہ نہیں کہ آپ کو پڑھنا لکھنا آتا ہو۔ جیسے پاکستان میں شرح خواندگی کا معیار یہ ہے کہ اگر آپ کو قرآن کریم پڑھنا آتا ہے تو آپ پڑھی لکھی متصور ہوں گی۔ بلکہ شرح خواندگی سے مراد ہے کہ آپ نے کم از کم سیکنڈری سکول تک تعلیم حاصل کی ہو۔

ایک پروفیسر نے سوال کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت یورپ ایک مشکل دور سے گزر رہا ہے جبکہ یورپ کو رفیوجیز کے بحران سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ آپ کے خیال میں جماعت احمدیہ کو یورپ کے اندر integration کرنے میں کن مشکلات کا سامنا ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: میں بہت لوگوں سے اکثر پوچھتا ہوں کہ مجھے integration کی تعریف بتائیں؟ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے تو میرے خیال میں ہم لوگ صحیح طور پر معاشرے کا حصہ ہیں کیونکہ میرے نزدیک integration کا مطلب یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ ہم جس ملک میں رہ رہے ہیں اس کیلئے کیا کر رہے ہیں؟ اگر ہم ملک کی ترقی کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قابلیتیں استعمال کر رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم integration کر رہے ہیں۔ یورپ میں ہمیں کافی سراہا جاتا ہے۔ یورپ میں، یہاں سویڈن میں اور جرمنی اور ہر جگہ احمدی خواتین اور مردوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو پڑھے لکھے ہیں اور انکو معاشرہ کا اہم حصہ سمجھا جاتا ہے۔ تو integration کے حوالہ سے مجھے تو کوئی ایسا مسئلہ نظر نہیں آ رہا جسکی وجہ سے ہم پریشان ہوں۔ اگر آپ تعلیم یافتہ ہیں تو آپکو پتہ ہے کہ آپ کیلئے کیا اچھا اور کیا بُرا ہے۔

ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ جماعت احمدیہ کا مشن کیا ہے؟ کیا آپ اپنی کوئی قوم بنانا چاہتے ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جماعت احمدیہ کا مشن یہی ہے کہ دنیا کا ہر شخص اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ اگر یہ مقصد حاصل ہو جائے تو یہی کافی ہے۔ ہمیں کوئی قوم بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمیں ملکوں پر قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تمام لوگ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے لگ جائیں اور حقوق العباد ادا کرنے لگ جائیں تو ہر ایک کی خواہش ہوگی کہ وہ روحانی طور پر ترقی کرے۔ یہی پیغام ہے جس کو ہم پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ مجھے سویڈن یا جرمنی یا کہیں اور کسی طاقت کی لالچ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بانی جماعت احمدیہ نے اپنے ایک شعر میں فرمایا:

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: میں تو یہی کہوں گا کہ دنیاوی طاقتوں کو اسلام احمدیت سے خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ہر لحاظ سے ایک روحانی جماعت ہیں۔

بعد ازاں ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ کیا آپ کے خیال میں اگلے جہان پر زیادہ توجہ دینے کی وجہ سے اس جہان پر توجہ میں کمی ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر آپ اس جہان میں آئے ہیں تو آپ کے سپرد بعض ذمہ داریاں ہیں جو آپ نے ادا کرنی ہیں۔ آپ کے بعض فرائض ہیں جو آپ نے ادا کرنے ہیں اور اگر آپ یہ فرائض خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ادا کر رہے ہیں تو آپ کو ان کاموں کی جزاء اس جہاں میں اور اگلے جہاں میں بھی ملے گی۔ مثال کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ اگر آپ اپنی بیوی کا خیال رکھنے والے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر اس کے منہ میں ایک لقمہ بھی ڈالتے ہیں تو آپ کو اس کا اجر ملے گا۔ تو اگر آپ امن قائم کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں تو اس کا اجر آپ کو اگلے جہان میں بھی ملے گا اور اس جہان میں بھی ملے گا۔ اگر آپ اپنی بیوی سے پیار کرتے ہیں تو آپ کے گھر میں سکون ہوگا۔ آپ کے بچے سکون میں رہیں گے اور اس کے علاوہ آپ کو اگلے جہان میں بھی اس کا اجر ملے گا۔ پس آپ یہ نہیں کہہ سکتے ہیں اگلے جہان پر ہی زیادہ توجہ ہے۔ کیونکہ آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کر رہے ہیں۔ آپ کی توجہ صرف اگلے جہان پر نہیں بلکہ اس جہان پر بھی ہے۔

ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ آپ معاشرے میں integration کی بات کر رہے تھے۔ کیا آپ کی جماعت کیلئے انسانیت کی خدمت اور سوشل ورک کرنا بھی ضروری ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ بالکل ضروری ہے۔ ہم یورپ اور باقی ممالک میں charity walks کا انعقاد کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے اکٹھی ہونے والی رقم ہم لوکل چیریٹیز کو دیتے ہیں۔ پھر ہماری اپنی چیریٹی آرگنائزیشن بھی ہے جس کا نام ہیومینٹی فرسٹ ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یورپ کے علاوہ افریقہ میں ہم کافی کام کر رہے ہیں۔ وہاں ہمارے ہسپتال اور سکول قائم ہیں۔ پھر ہم نے افریقہ کے دور دراز علاقوں کے رہنے والوں کیلئے پانی کے کنووں کی کھدائی کا کام بھی شروع کیا ہوا ہے تا کہ ان کو پینے کا صاف پانی مہیا ہو سکے۔ آپ کو شاید علم نہ ہو کہ وہاں چھوٹے چھوٹے بچے سروں پر پانی کے مٹکے رکھ کر کئی کئی کلومیٹر دور سے پیدل چل کر پانی لیکر آتے ہیں اور وہ پانی بھی گندا ہوتا ہے جو کئی بیماریوں کا باعث ہوتا ہے۔ پھر ہم model villages بھی تعمیر کر رہے ہیں جس کے اندر سڑکوں پر روشنی، پینے کا صاف پانی، کمیونٹی ہال، سبزیاں وغیرہ اگانے کیلئے پانی دینے کا نظام موجود ہوتا ہے۔ پس یہ وہ سہولیات ہیں جو ہم وہاں کے مقامی لوگوں کو دے رہے ہیں۔

اس پروفیسر خاتون نے سوال کیا کہ افریقہ کے کس علاقہ میں آپ یہ سہولیات مہیا کر رہے ہیں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مغربی افریقہ کے ممالک ہیں۔ جن میں گھانا، نائیجیریا، بورکینا فاسو، مالی، آئیوری کوسٹ، گیمبیا، سینیگال، وغیرہ شامل ہیں۔ تقریباً سارے مغربی افریقن ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ پھر مشرقی افریقہ میں بھی کام کر رہے ہیں جس میں کینیا، تنزانیہ اور یوگینڈا، وغیرہ کے ممالک شامل ہیں۔ پھر سنٹرل افریقہ اور افریقہ میں جنوب کی طرف بھی کام کر رہے ہیں۔ کانگو کنشاسا میں بھی ہماری کافی بڑی جماعت ہے۔ پھر جنوبی امریکہ کے ممالک میں بھی بعض پراجیکٹس شروع کئے ہیں۔ ہم گوئٹے مالا میں بھی ایک بہت بڑا ہسپتال تعمیر کر رہے ہیں۔

موصوفہ نے پوچھا کہ ان پراجیکٹس کیلئے فنڈنگ کہاں سے مہیا ہوتی ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جماعت کے لوگ ہی مالی قربانی کرتے ہیں اور پھر ہم چیریٹیز کے پروگرام منعقد کرتے ہیں جن کے ذریعہ رقوم اکٹھی کی جاتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں ہیومینٹی فرسٹ نے امریکہ میں ایک triathlon کا انعقاد کیا تھا جس کے ذریعہ 1.5 ملین ڈالرز کی رقم جمع ہوئی جو گوئٹے مالا میں زیر تعمیر ہسپتال پر خرچ ہوگی۔ پھر ہمارے اکثر کام رضا کارانہ طور پر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح بھی ہم پیسے بچاتے ہیں۔ اگر ایک پراجیکٹ کسی کمپنی کو دیا جائے جس پر 5 ملین خرچ آنا ہو ہم وہی کام رضا کاروں کے ذریعہ ایک ملین میں مکمل کروا لیتے ہیں۔

ملاقات کے اختتام پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر میرے پاس مزید وقت ہوتا تو میں ضرور آپ لوگوں کے ساتھ گزارتا لیکن اب میرا اگلا پروگرام ہے۔ اس پر تمام پروفیسر حضرات اور خواتین نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا شکریہ ادا کیا۔

اس طرح یہ ملاقات سوا گیارہ بجے ختم ہوئی۔ اسکے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی اپارٹمنٹ میں تشریف لے گئے۔

''بیت العافیت'' کیلئے روانگی

بعد ازاں پروگرام کے مطابق قریباً بارہ بجے یہاں سے جماعتی سینٹر سٹاک ہوم ''بیت العافیت'' کیلئے روانگی ہوئی۔ قریباً نصف گھنٹہ کے سفر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدر جماعت سٹاک ہوم مکرم خالد محمود چیمہ صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف آوری ہوئی۔ یہاں چند منٹ قیام کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کچھ دیر کیلئے مبلغ سلسلہ سٹاک ہوم مکرم کاشف محمود ورک صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور یہاں قریباً نصف گھنٹہ قیام فرمایا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کچھ دیر کیلئے مکرم ڈاکٹر محمود شرما صاحب ابن مکرم میجر عبد الحمید شرما صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ اسکے بعد حضور انور واپس صدر صاحب جماعت سٹاک ہوم کے گھر تشریف لے آئے اور دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ صدر صاحب نے تمام ممبران کیلئے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔

بعد ازاں دو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعتی سینٹر بیت العافیت تشریف لے آئے۔ احباب جماعت، مرد و زن اپنے پیارے آقا کی آمد کے منتظر تھے۔ بچیاں گروپ کی صورت میں خیر مقدمی دعائیہ نظمیں اور گیت پیش کر رہی تھیں۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا اور مشن ہاؤس کے اندر تشریف لے آئے اور نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائی۔

اب پروگرام کے مطابق سٹاک ہوم سے گوتھن برگ کیلئے روانگی تھی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کروائی اور صدر صاحب جماعت سٹاک ہوم کے گھر سے ہوتے ہوئے دو بجکر چالیس منٹ پر گوتھن برگ کیلئے روانگی ہوئی۔

سٹاک ہوم سے گوتھن برگ کا فاصلہ 483 کلومیٹر ہے۔ قریباً تین گھنٹے کے سفر کے بعد راستہ میں ایک کیفے ٹیریا میں کچھ دیر کیلئے قافلہ رکا۔ بعد ازاں آگے سفر جاری رہا اور سوا آٹھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ''مسجد ناصر'' گوتھن برگ تشریف آوری ہوئی۔

احباب جماعت کی ایک بڑی تعداد اپنے پیارے آقا کی آمد کی منتظر تھی۔ احباب جماعت نے بڑے پُر جوش انداز میں اپنے پیارے آقا کو خوش آمدید کہا، بچیوں نے استقبالیہ اور خیر مقدمی گیت پیش کئے۔ خواتین ایک جانب کھڑی شرف زیارت سے فیضیاب ہو رہی تھیں۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا اور مسجد سے ملحقہ رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔

نو بجکر 45 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد ناصر تشریف لا کر نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائی۔ گوتھن برگ میں غروب آفتاب کا وقت نو بجکر 39 منٹ پر ہے۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔

''مسجد ناصر سویڈن'' اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ سویڈن کی پہلی مسجد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 27ر ستمبر 1975ء کو سویڈن کے شہر گوتھن برگ میں اس پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ حضورؒ تعالیٰ نے متضرّعانہ دعاؤں کے ساتھ مسجد مبارک قادیان کی وہ اینٹ نصب فرمائی جو قبل ازیں حضرت مصلح موعودؓ نے دعاؤں کے ساتھ اس مسجد کی بنیاد میں نصب کرنے کیلئے بھجوائی تھی۔

یہ مسجد ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ 325 مربع میٹر مسقّف حصہ پر مشتمل مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر 20ر اگست 1976 بروز جمعۃ المبارک کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسجد ناصر کا افتتاح فرمایا۔

مسجد ناصر کا قطعہ زمین آٹھ ہزار مربع میٹر ہے۔ یہ قطعہ زمین پہلے لیز پر تھا۔ 1997 میں جماعت نے اس قطعہ زمین کو خرید لیا۔ سال 1999 میں اس مسجد میں توسیع کی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر مکرم محمد عثمان چینی صاحب نے حضورؒ کے نمائندہ کی حیثیت سے اس مسجد کی نئی بنیادوں میں سنگ بنیاد رکھا۔

ایک ہزار چار سو مربع میٹر رقبہ پر مشتمل، دو منزلہ نہایت خوبصورت مسجد ناصر اپنی وسعت کے بعد ایک ہزار سے زائد نمازیوں کو اپنے اندر سمو سکتی ہے۔

گراؤنڈ فلور پر مسجد کے بڑے مردانہ ہال سے ملحق لائبریری ہال، ڈائننگ ہال، کچن اور پانچ دفاتر ہیں اور ایک رہائشی فلیٹ پر مشتمل عمارت ہے۔ جبکہ دوسری منزل پر عورتوں کیلئے ایک بڑا ہال چھوٹے بچوں کیلئے ایک علیحدہ جگہ، اس سے ملحق دو ہالز اور لجنہ کا دفتر ہے۔ اس فلور پر ایک گیسٹ ہاؤس بھی ہے۔ اسکے علاوہ دو دفاتر اور mta کا خوبصورت سٹوڈیو بھی ہے۔ مسجد پر دو گنبد ہیں اور مسجد کے ساتھ منارۃ المسیح کی طرز کا مینارہ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ مسجد چونکہ اونچائی پر واقع ہے اس لئے دور دور سے نظر آتی ہے۔

(باقی آئندہ)

......☆......☆......☆

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2015

ختمِ نبوّت کے متعلق پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ

(محمد کریم الدین شاہد، پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

(سورۃ الاحزاب : آیت 41)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تُم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیّین ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کے مطابق تمام جماعت احمدیہ کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی شک وشبہ کے خاتم النّبیّین ہیں۔ اس بارے میں مسلمانوں کے کسی بھی فرقہ کو کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا اور نہ ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ البتہ تحقیق طلب امر یہ ہے کہ خاتم النّبیّین کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟ آیا ختم نبوت سے مراد اختتامِ نعمت کے ہیں یا فیضان و اجرائے نعمت کے ہیں۔ اس موضوع پر آج اظہار خیال کرنا مقصود ہے۔

سامعین کرام! جماعتِ احمدیہ اپنے دل کی گہرائیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین یقین کرتی ہے۔ اور جو شخص بھی جماعت احمدیہ پر ختم نبوت کا منکر ہونے کا الزام لگاتا ہے اُس کے بارے میں ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یقیناً اُس کے اپنے دِل کے کسی گوشے میں کچھ ایسا چور موجود ہے جس کو چھپانے کے لئے وہ اپنے ضمیر کی سیاہی جماعت احمدیہ کے دامن پر پھیلا کر مطمئن ہونا چاہتا ہے۔ ورنہ خود بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے جامع مسجد دہلی میں اپنے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے کھلے الفاظ میں فرمایا :-

''مَیں مفصلہٴ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا میں کرتا ہوں کہ مَیں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

(تقریر واجب الاعلان بحوالہ تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ 44)

انکارِ ختم نبوت کے اِس سنگین اتہام کی تردید میں آپؑ فرماتے ہیں :-

''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی دُوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور اُن کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اُس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے، مگر اُس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اُس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ بجز اُن لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 227،228)

یہی نہیں بلکہ آپؑ نے حلفاً یہ اعلان فرمایا کہ :-

''مجھے خدا کی عزّت وجلال کی قسم ہے کہ مَیں مومن اور مسلمان ہوں اور مَیں اللہ تعالیٰ، اُس کی کتابوں، اُس کے رسولوں، اُس کے فرشتوں اور بعث بعد الموت پر ایمان رکھتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم النّبیین ہیں۔''

(ترجمہ از عربی عبارت حمامۃ البشریٰ صفحہ 8)

پس جماعت احمدیہ کا ہر فرد بانیٔ جماعت احمدیہ کے الفاظ میں ببانگ دُہل یہ اعلان کر رہا ہے اور کرتا چلا جائے گا کہ ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیںؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں!
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

لیکن تعجب اور ظلم کی انتہا ہے کہ ان صریح اور واشگاف اعلانات و اقرار اور حلفیہ بیان کے باوجود گذشتہ سو سال سے جماعت احمدیہ پر مخالف علماء ''انکارِ ختم نبوت'' کے تیروں کی بوچھاڑ کر رہے ہیں۔ اور ''تحفظِ ختم نبوت'' کے نام پر سیاسی لیڈروں اور اُن کے خریدے ہوئے ملّاؤں نے نہ صرف سادہ لوح عامۃ المسلمین کے جذبات کو بھڑکایا بلکہ اسلامی نظریات و اُصول اور خود اپنے ہی عقائد کا نہایت ہی گندا اور بھونڈا مذاق اُڑایا ہے۔

کیونکہ یہ مفاد پرست مُلّاں ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے اس رنگ میں قائل ہیں کہ آپؐ کے بعد اب قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور ایک ہی سانس میں دوسری طرف ایک چور دروازہ کھول کر ختم نبوّت کے قلعے میں نقب بھی لگاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت توراۃ کی خدمت کے لئے مستقل اور براہِ راست خدا تعالیٰ سے نبوّت پا کر مبعوث ہوئے تھے، وہ اُمّتِ محمدؐیہ کی اصلاح کے لئے دوبارہ آئیں گے اور وہ نبی بھی ہوں گے اور اُن کے دوبارہ اُمّتِ محمدؐیہ میں بحیثیت نبی آنے کے ختم نبوّت میں کسی قسم کا کوئی خلل بھی واقع نہیں ہوگا۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ گڑ کھانا مگر گلگلوں سے پرہیز۔

ظاہر ہے کہ ان ہر دو عقائد میں نہ صرف یہ کہ کھُلا کھُلا تضاد پایا جاتا ہے بلکہ اس سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور کسرِ شان لازم آتی ہے کہ نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا میں فیضانِ الٰہی کے چشمے کو ہمیشہ کے لئے بند کردیا اور آپؐ کی اُمّت کو خیرِ اُمّت ہونے کے باوجود ایک غیر قوم کے نبی کا محتاج ہونا پڑا۔ حالانکہ قرآنِ مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (آلِ عمران: 50) قرار دیا ہے۔ وہ تو صرف اُمّتِ عیسوی کے رسول ہیں۔ اُمّتِ محمدؐیہ کے رسول ہرگز نہیں بن سکتے۔ خصوصًا اِس صورت میں کہ قرآنِ مجید کی ایک دو نہیں بلکہ تیس آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ ہم اِن کٹھ پتلی ملّاؤں سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حقیقی معنوں میں جو عاشقانِ رسولؐ ہیں اُنہیں گستاخانِ رسولؐ کے طور پر بدنام کرنے کی مذموم کوشش کرنے کی بجائے پہلے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھو کہ گستاخِ رسولؐ تم ہو یا ہم!؟ تم صرف حضرت عیسیٰؑ کو زندہ کر کے دِکھادو، اُنکے زندہ ہوجانے سے ساری جماعت خود بخود مرجائے گی۔ اور سو سالہ جھگڑا یکدم ہی ختم ہوجائے گا۔!!

اس کے مقابل پر جماعتِ احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ بے شک اُمّتِ محمدؐیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق مسیح کا نزول یقیناً ہوگا اور وہ آنے والا مسیح لازماً نبی اللہ ہوگا جس کا تمہیں بھی اعتراف ہے۔ لیکن وہ مسیح اسرائیلی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی اور آپؐ کا غلام ہوگا جو فضل و شرف میں عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے اس نظریے کی تائید کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :-

وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ ''

(تفسیر عرائس البیان جلد اوّل صفحہ 262)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آخری زمانہ میں ایک دوسرے بدن (وجود) کے ساتھ ضروری ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا مسیح موعود جو نبی اللہ ہے، آپؐ ہی کی اُمّت میں سے اور آپؐ ہی کے فیض سے مستفیض ہوکر آسکتا ہے۔ باہر سے ہرگز نہیں آسکتا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت تامّہ کاملہ کی ہتک نہیں بلکہ آپؐ کی نبوّت کا کمال اور آپؐ کی قوّتِ قدسی کا فیضان ثابت ہوتا ہے۔ اس سے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی مہرِ نبوّت بھی نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی آپؐ کے آخری نبی ہونے میں کوئی رخنہ پڑتا ہے کیونکہ اس صورت میں اصل، مستقل، شرعی فیض دہندہ نبی ہونے کے لحاظ سے آپؐ ہی آخری نبی رہتے ہیں۔ ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ اُمّتِ محمدؐیہ میں آنے سے ختمِ نبوت کی مُہر ٹوٹتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسرِ شان بھی لازم آتی ہے۔ اِسی اہم نُکتے کو بیان کرتے ہوئے بانی جماعتِ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’میں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوّت ختم ہو گئے۔ وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپؐ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپؐ کی نبوّت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمۂ نبوّت کو چھوڑتا ہے۔ میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سِوا آپؐ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپؐ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا جس کے پاس وہی مہرِ نبوّتِ محمدؐی نہ ہو۔ ہمارے مخالف الرّائے مسلمانوں نے یہی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختم نبوّت کی مہر کو توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اُتارتے ہیں۔ اور مَیں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور آپؐ کی ابدی نبوّت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی آپؐ ہی کی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعود آپؐ کی اُمّت میں وہی مہرِ نبوّت لے کر آیا ہے۔ اگر یہ عقیدہ کفر ہے تو پھر مَیں اِس کفر کو عزیز رکھتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ جن کی عقلیں تاریک ہو گئی ہیں، جن کو نورِ نبوّت سے حصہ نہیں دیا گیا اس کو سمجھ نہیں سکتے اور اس کو کفر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپؐ کی زندگی کا ثبوت ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 468)

لیکن عجیب بات ہے کہ آج کل محض جماعت احمدیہ کی مخالفت میں اندھے ہو کر بغض و حسد اور تعصب کے جذبات سے مغلوب ہو کر سستی شہرت حاصل کرنے اور عامۃ المسلمین کو بھڑکانے اور ورغلانے کے لئے غیر احمدی علماء تمام قرآنی حقائق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کس قدر جھوٹ بولتے اور کس قدر حق پوشی سے کام لیتے ہیں کہ ’’خاتم النّبیّین‘‘ کا مطلب اِس کے سوا اَور کچھ ہے ہی نہیں کہ ہر قسم کی نبوّت ہمیشہ کیلئے بند ہو گئی ہے اور یہ اُمّتِ محمدؐیہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔ حالانکہ اجماعی عقیدہ تو وہ ہوتا ہے جس کے بارے میں ایک فردِ اُمّت نے بھی اختلاف نہ کیا ہو جبکہ اس عقیدے میں ایک دو نہیں متعدّد چوٹی کے علماء نے اختلافِ رائے کیا ہے جن کے حوالے میں آگے پیش کروں گا۔ فی الحال مَیں ختم نبوت سے متعلق چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

حضرات! ہمارے عام مسلمان بھائی اور اُن کے علماء ختم نبوت کے اپنے اس عقیدے کے ثبوت میں لے دے کے صرف ایک آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ پیش کرتے ہیں۔ جبکہ یہ آیت خود زیرِ بحث ہے۔ قرآن مجید کا یہ طریق ہے کہ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا یعنی جب قرآن مجید کسی مضمون کو بیان کرتا ہے تو مختلف مقامات پر اُس کی تشریح اور توضیح کرتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کا اِس اہم مضمون پر صرف ایک آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ کہہ کر خاموش ہو جانا اور کسی دوسری جگہ اس مضمون کی تائید اور وضاحت نہ کرنا جو ہمارے مسلمان بھائی اس سے نکالنا چاہتے ہیں بلکہ متعدد مقامات پر اس کے خلاف مضمون بیان کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ نبوت کو دیگر انبیاء سے زیادہ وسیع اور اَرفع رنگ میں پیش کرنا اِس بات کی قطعی دلیل ہے کہ آیت خاتم النّبیّین کے وہ معنی اور مفہوم ہرگز درست نہیں جو ہمارے عام مسلمان بھائی اس سے نکالنا چاہتے ہیں۔

عربی لُغت کے لحاظ سے خَتْم کے تین معنیٰ بیان کئے گئے ہیں جیسا کہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’’مفردات راغب‘‘ میں زیر لفظ خَتْم ذکر کیا ہے۔

(1) پہلے معنیٰ خَتْم کے جو حقیقی معنیٰ ہیں وہ تاثیر الشَّیئ یعنی دوسری چیز میں اپنے اثرات پیدا کرنا ہیں جیسا کہ مُہر دوسری چیز میں اپنا نقش اور اثر پیدا کرتی ہے۔

(2) خَتْم کے دوسرے معنی بندش اور روک لگانے کے بھی ہیں۔ لیکن یہ حقیقی معنیٰ نہیں بلکہ مجازی معنیٰ ہیں۔ جیسے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ نے اُن کے دلوں پر مُہر لگا دی یعنی حق کے قبول کرنے سے اُن کے دِلوں کو بند کر دیا ہے نہ کہ ہر بات کیلئے اُن کے دل بند ہو گئے ہوں۔

(3) خَتْم کے تیسرے معنیٰ آخر تک پہنچنے کے بھی ہوتے ہیں اور یہ بھی حقیقی معنیٰ نہیں بلکہ مجازی معنیٰ ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ مَیں نے قرآن ختم کر لیا ہے تو اِس سے یہ مُراد نہیں ہوتی کہ قرآن کو بند کر دیا یا اُس پر روک لگا دی بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ تلاوت کرتے ہوئے اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

اِس سے ظاہر ہے کہ خَتْم کے حقیقی اور لُغوی معنیٰ دوسری چیز میں اپنے نقوش پیدا کرنے کے ہیں۔ اور یہی اصلی معنی ہیں۔ باقی سب مُرادی اور مجازی معنی ہیں۔ اور اہلِ زبان کا یہ مسلّمہ اُصول ہے کہ جب تک کسی لفظ کے آگے پیچھے کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جو اُس کے حقیقی معنی پر دلالت کرنے میں روک بنتا ہو تب تک کسی لفظ کے مجازی معنیٰ مراد نہیں لئے جا سکتے۔ مثلاً شیر کا لفظ اپنے حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے ایک جنگلی درندے پر دلالت کرتا ہے لیکن اگر ہم کسی انسان کو کہتے ہیں کہ یہ شیر ہے تو پھر وہاں انسان کا قرینہ یہ بتا رہا ہوتا ہے کہ یہاں شیر کا مطلب بہادر انسان ہے نہ کہ جنگلی درندہ۔ بعینہٖ اسی طرح خاتم النّبیّین میں خَاتَم کے لفظ کے حقیقی معنی نبیوں کی اس مُہر کے ہیں جو دوسروں میں اپنی تاثیرات پیدا کرتی ہے جو فیضانِ نعمت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ اختتامِ نعمت پر۔ اور چونکہ آیت خاتم النّبیّین میں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں جو اس کے حقیقی معنوں میں استعمال ہونے میں روک پیدا کر رہا ہو اس لئے تسلیم شدہ اُصول کے مطابق یہاں مجازی معنی مُراد لینا درست نہ ہوتا۔ اور اگر مجازی معنیٰ مُراد لینا ہی ہو تو پھر اُن معنوں کو لازماً محدود اور معیّن کر کے تاویل کرنی ہوگی۔ پس خَاتَم النّبیّین کے حقیقی معنیٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’اللہ جلّشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتَم بنایا یعنی آپؐ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اَور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خَاتَم النّبیّین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قُوّتِ قُدسیہ کسی اَور نبی کو نہیں ملی۔‘‘

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ 97)

سامعین کرام! ہم اپنے اِس نظریے کی تائید میں سب سے پہلے قرآن مجید ہی سے وضاحت لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ دُعا سکھائی ہے کہ :-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

یعنی اَے اللہ تُو ہمیں سیدھے راستے کی راہ نمائی فرما۔ اُن لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تُو نے انعام فرمایا ہے۔ اُن کی راہ سے بچا جو مغضوب علیہم یا گمراہ اور ضالین تھے۔

یہ دُعا ہر باعمل مسلمان دن میں کم از کم بتّیس مرتبہ پانچوں نمازوں میں پڑھتا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متّبعین کے لئے ایک عظیم الشان بشارت ہے کہ تُم کو بھی اس دُعا کے نتیجے میں وہ سب نعمتیں ملیں گی جو اُمّتِ محمدؐیہ سے پہلے لوگوں کو مل چکی ہیں۔ کہیں تمہارے دِل میں یہ خیال گھر نہ کر جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے اب وہ انعام ختم ہو گئے ہیں۔ اس جگہ یہ بات بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اِس

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری صورتوں کو بلکہ وہ تمہارے دِلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم، کتاب البر)

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ (مسند احمد)

دُعا میں صرف ہدایت طلب کرنا مقصود نہیں ہے۔ اگر صرف اتنا ہی مقصود ہوتا تو پھر صرف اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہی کہنا کافی تھا۔ اِس کے ساتھ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اِن الفاظ کا زیادہ کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ ختم نبوت کے غلط مفہوم کو ردّ کرتے ہوئے گزشتہ انعام پانے والے لوگوں کے انعام حاصل کرنے کے لئے دُعا سکھلائی گئی ہے۔ پہلی قوموں نے کیا انعامات حاصل کئے، اس تعلّق میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ وضاحت فرمائی ہے کہ :-

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ○ (سورۃ المائدہ : آیت 21)

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اَے میری قوم اللہ کے اُس انعام کو یاد کرو کہ اُس نے تم میں انبیاء پیدا کئے اور اُس نے تمہیں بادشاہت عطا کی۔ اب سورۃ الفاتحہ کی دُعا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور اِس آیت کریمہ کو یکجائی طور پر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو بھی نبوّت اور بادشاہت دونوں قسم کے انعام ملیں گے کیونکہ وہ خیرِ اُمّت ہے اور خیر الرّسل کو ماننے والی ہے۔ ایک اَور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا○ (سورۃ النساء: آیت : 70)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے وہ اُن لوگوں کے ساتھ شامل کئے جائیں گے جن پر ہم نے انعام کیا۔ یعنی نبی، صدّیق، شہید اور صالح۔ اور یہ سب انعام پانے والے لوگ بہترین رفیق ہیں۔

اِس آیت کریمہ سے سُورہ فاتحہ میں بیان شدہ انعام کی مزید تشریح ہوجاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک سچّا مسلمان صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے نبوّت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر اِس آیت کے یہ معنی لئے جائیں جیسا کہ غیر از جماعت علماء لیا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے صرف ظاہری طور پر نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر نبی نہیں ہوں گے تو پھر یہی تشریح باقی تین مدارج کے لئے بھی کرنی پڑے گی کہ وہ صدّیقوں کے ساتھ ہوں گے مگر صدّیق نہ ہوں گے۔ وہ شہیدوں کے ساتھ ہوں گے مگر شہید کا درجہ نہ پائیں گے۔ وہ صالحین کے ساتھ تو ہوں گے مگر صالحیت کا مقام حاصل نہ کرسکیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تشریح نہ صرف غلط ہوگی بلکہ نہایت ہی لغو ہوگی۔ کیونکہ یہ معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کے صریحاً منافی ہیں کہ نعوذ باللہ آپؐ کی پیروی سے کوئی شخص صدّیق اور صالح بھی نہیں ہوسکتا۔ پس یہ آیت نہایت وضاحت کے ساتھ اُمّتِ محمدؐیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں نبوّت کا دروازہ کھول رہی ہے اور ختم نبوت کی اُس حقیقت کو جو ہمارے عام مسلمان بھائی پیش کرتے ہیں، ردّ کر رہی ہے۔

سامعین کرام! سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آیت خَاتَمَ النّبیّین کا مفہوم یقیناً ہر دوسرے انسان سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ اس لئے آیئے! قرآنِ مجید کے بعد اِس اختلاف کا حل ہم بارگاہِ رسالتؐ میں تلاش کریں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ آیت خَاتَمَ النّبیّین سن 5 ہجری میں نازل ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی وفات سن 9 ہجری میں ہوئی۔ اُنکی وفات پر حضورؐ نے فرمایا:

''لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا۔''

(ابن ماجہ جلد اوّل کتاب الجنائز صفحہ 237)

اگر ابراہیمؓ زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا۔ اب غور طلب بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اُس وقت فرمایا جبکہ آیت خَاتَمَ النّبیّین چار سال قبل نازل ہوچکی تھی۔ اور حضورؐ اِس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ختم نبوّت کا ارشادِ خداوندی آچکا ہے۔ مگر باوجود اِس کے آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی بن جاتا۔ اگر ختم نبوّت کا مفہوم وہی ہوتا جو ہمارے مخالف علماء بیان کرتے ہیں تو حضورؐ یوں فرماتے کہ اگر ابراہیمؓ زندہ بھی رہتا تو بھی نبی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ اس میں آیت خَاتَمَ النّبیّین روک ہے۔ مگر حضورؐ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی بن جاتا۔ یہ اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خَاتَمَ النّبیّین ہونے کے باوجود اُمّتِ محمدؐیہ میں ایک قسم کی نبوّت کا دروازہ کھُلا ہے جسے ہم اُمّتی نبی کہتے ہیں۔

چنانچہ حنفی مسلک کے مشہور امام مُلّا علی قاریؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلُهٗ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَأْتِيْ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ۔'' (موضوعات کبیر صفحہ 58-59)

یعنی اگر ابراہیمؓ زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اور اسی طرح اگر عُمرؓ نبی بن جاتے تو یہ دونوں آپؐ کے متّبعین ہی رہتے۔ پس آنحضورؐ کا یہ قول (کہ ابراہیمؓ زندہ رہتے تو صدیق نبی بنتے) آیت خَاتَمَ النّبیّین کے مناقض نہیں کیونکہ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی ملّت کو منسوخ کرنے والا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔ بعینہٖ یہی عقیدہ حضرت بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں :-

'' یاد رہے کہ اگر ایک اُمّتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، درجہ وحی اور الہام اور نبوّت کا پاتا ہے، نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اِس سے مُہرِ نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ اُمّتی ہے، اور اُس کا اپنا وجود کچھ نہیں اور اس کا کمال نبی متبوع کا کمال ہے۔ اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا بلکہ نبی بھی اور اُمّتی بھی۔ مگر کسی ایسے نبی کا دوبارہ آنا جو اُمّتی نہیں ہے ختمِ نبوّت کے منافی ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 383، چشمہ مسیحی)

حضرات! سب مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ اور قرآن مجید کے معانی سمجھنے میں خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ آپ سے فتوے پوچھا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتی ہیں:-

''قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔''

(دُرِّ منثور۔ جلد 5۔ صفحہ 204)

یعنی اے لوگو! یہ تو کہا کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اب بتلایئے کیا آج کل کے مُلّاؤں کا فہمِ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کے فہمِ قرآن سے زیادہ ہے جو اپنے غلط نظریے پر اصرار کرتے چلے جارہے ہیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی تائید متعدد بزرگ علماء و مشائخ نے کی ہے

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

'' مَا اَنَا وَالدُّنْيَا '' مجھے دنیاوی لذّتوں سے کیا غرض؟ میں تو صرف ایک مسافر کی طرح ہوں جو کچھ دیر ستانے کی غرض سے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر اپنے سفر پر روانہ ہوجاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سورۃ الفتح نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دعا مانگتے تھے :

اے ہمارے پروردگار! تُو پاک ہے، ہم تیری حمد کرتے ہیں، اے میرے اللہ! تُو مجھے بخش دے۔ (بخاری)

اوراس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اب ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملّت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔ چنانچہ وقت کی رعایت سے صرف اُن بزرگانِ سلف کے نام بیان کردیتا ہوں۔

❁ شیخ الامام حضرت ابن قتیبہ (متوفی 267ھ)

❁ برصغیر ہندو پاک کے مشہور محدّث اور عالم حضرت امام محمد طاہرؒ

❁ قطب الاقطاب امام ربّانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

❁ دُنیائے اسلام کے مشہور و معروف صُوفی اور مصنّف اور ممتاز متکلّم حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ

❁ چھٹی صدی ہجری کے ممتاز ہسپانوی مُفسر شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ

❁ بارہویں صدی کے مجدد اور ہندوستان میں قرآنِ مجید کے پہلے فارسی مترجم حضرت سیّد ولی اللہ شاہ محدّث دہلویؒ

❁ اہل سُنت کے ممتاز و منفرد عالم حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی

❁ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی

❁ اور قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

ان متعدد علمائے کرام نے ختم نبوت کے وہی معنی کئے ہیں جو جماعت احمدیہ کرتی ہے تو پھر ختم نبوت کو امّت کا اجماعی عقیدہ کہنے والے غور کریں کہ وہ کس غلط فہمی کا شکار ہیں۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:

’’صرف اُس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعتِ جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے الگ ہو کر دعویٰ کیا جائے لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اُس کو خدا تعالیٰ اُس کی وحی میں اُمّتی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے، یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بباعث اُمّتی ہونے کے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظلّ ہے ،کوئی مستقل نبوت نہیں ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 21، صفحہ 352، ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اپنی نبوّت کے مقام کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں:-

’’یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمّتی ہو۔ پس اسی بنا پر مَیں اُمّتی بھی ہوں اور نبی بھی۔‘‘ (تجلّیات الٰہیہ صفحہ 26)

خلاصہ کلام یہ کہ ختم نبوّت کے معنیٰ ہرگز ہرگز اختتام نعمت کے نہیں ہیں بلکہ اس سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور کسرِ شان لازم آتی ہے کہ آپؐ رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود تمام رُوحانی مدارج بند کرنے والے ٹھہرتے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں۔ بلکہ سچّی بات یہی ہے کہ اب ہر قسم کے روحانی انعامات صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کے نتیجے میں ہی مل سکتے ہیں۔

پس تحفّظِ ختم نبوت کا کھوکھلا دعویٰ کرنے والے ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ وہ خود ختمِ نبوّت کے سب سے بڑے مُنکر قرار پاتے ہیں ۔ کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں آئیں گے۔ تو جو شخص دُنیا کو ایک طرف یہ بتاتا ہو کہ اب نبوّت کی ہر قسم کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور دوسری ہی سانس میں یہ کہتا ہو کہ عیسیٰ نبی اللہ آنے والے ہیں تو ختمِ نبوّت کہاں گئی؟ اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا کیا ہوا!؟ یہ تو صریح دھوکا اور مغالطہ ہے جو مسلمان عوام کو دیا جا رہا ہے۔!!

پس آج ختمِ نبوّت کے اعلیٰ مقام کی حفاظت میں سرفروشانہ خدمات سرانجام دینے والی صفحۂ عالم پر اگر کوئی جماعت ہے تو وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جس نے دُنیا کے کفرستان اور تثلیث کدوں میں کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدائے توحید بلند کرتے ہوئے اسلام کا صحیح روشن اور خوبصورت چہرہ دُنیا کے سامنے پیش کیا جس کے نتیجے میں وہ لوگ جو کبھی اسلام اور مقدس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے وہ آج خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر فخر کرنے والے اور صبح و شام آپؐ پر دُرود بھیجنے والے بن گئے ہیں۔

حضرات! تحفّظِ ختمِ نبوّت کی تنظیمیں قائم کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالنے والے ذرا غور کریں کہ سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جب مسیح موعود اور اُمّتی نبی ہونے کا دعویٰ فرمایا تو گزشتہ ایک سو پچیس (125) سال میں ایسی مخالفانہ تنظیموں نے باوجود سرتوڑ کوششوں اور ناخنوں تک زور لگانے کے سوائے ناکامی اور نامُرادی کے کیا پایا!؟ اور دوسری طرف جماعتِ احمدیہ گزشتہ سوا سو سال میں 207 ممالک میں بڑی کامیابی کے ساتھ اسلام کی امن بخش تعلیم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے، قرآن مجید کے زندہ کتاب ہونے اور اسلام کے زندہ خدا ہونے کا ثبوت دلائل و براہین کے ذریعہ سے دُنیا میں پھیلاتی چلی جا رہی ہے۔ اور ’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘ کے اُصول کو اپنا کر ساری دُنیا میں بنی نوعِ انسان سے محبّت رواداری اور حُسنِ سلوک کو فروغ دیتی چلی جا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خُوب فرمایا ہے کہ ؎

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہے بشر سے کیا یہ مکّاروں کا کار
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبارائے ناقصاں
ایسے کاذِب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نَے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

اِسی طرح حضورؑ اپنی جماعت کی کامیابی اور ترقی کے بارے میں فرماتے ہیں :

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سواے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو۔ اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔‘‘ (تجلّیات الٰہیہ صفحہ 21 تا 23)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی ﷺ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ. اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ (ترمذی کتاب الدعوات)

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے آگ جلائی تو بھونرے اور پروانے اس میں گرنے لگے وہ آدمی ان پروانوں کو آگ سے ہٹانے لگ گیا تاکہ وہ آگ میں جل نہ مریں۔ (مسلم)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2015

سیرت آنحضرت ﷺ

دشمنوں سے سلوک آپؐ کے اسوہ کے حوالہ سے بالخصوص گستاخان رسول سے آپؐ کا سلوک

(محمد حمید کوثر، ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ قادیان)

سامعین کرام!! عصرِ حاضر میں مخالفین اسلام کی طرف سے اسلام کو بدنام کرنے اور عوام الناس کے دلوں میں اس کے تئیں نفرت پیدا کرنے کے لئے جو ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں اُن میں ایک یہ ہے کہ معاندین اسلام بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں کوئی مخالفانہ کتاب شائع کر دیتے ہیں یا شر انگیز فلمیں اور کارٹون بناتے ہیں ۔اس پر بعض نافہم اور کم علم مسلمانوں کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ وہ مظاہرے کرتے اور جلوس نکالتے ہیں۔کتاب کے مصنف اور کارٹون وغا کے شائع کرنے والوں کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے ہیں۔اور بعض تشدد پر اس حد تک اُتر آتے ہیں کہ وہ اپنے خیال کے مطابق گستاخی کرنے والوں کو قتل کر دیتے ہیں۔دوسری طرف مسلمانوں کی بعض حکومتوں نے ''**توہین رسالت**'' کی سزا قتل رکھی ہوئی ہے۔اس قسم کے قتل سے مخالفین اسلام کے ہاتھ اسلام کو بدنام کرنے کا ایک اور بہانہ آجاتا ہے۔اور وہ اسلام کو خوب خوب بدنام کرتے ہیں۔اور غیر مذاہب کے لوگوں کو اسلام اور بانی اسلام سے متنفر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔

اگرچہ ایسے واقعات ماضی میں بھی ہوتے رہے مگر اس وقت اِن کا دائرہ شہرت محدود تھا۔عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ ایسے واقعات کی اتنی تشہیر کرتے ہیں کہ عامۃ الناس ''اسلام'' کو ایک ظالم مذہب سمجھنے لگتے ہیں۔یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ رسول کریم ﷺ کو تضحیک واستہزاء کا نشانہ بنانے والے ہر زمانے میں موجود رہے ہیں۔حتیٰ کہ سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عہد مبارک میں بھی موجود تھے۔لیکن غور کرنے اور سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ایسے گستاخان رسول کے ساتھ خود سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اپنا سلوک وطریق کیا تھا۔ایسے نازک وحساس اور جذباتی معاملہ پر مسلمانوں کو اسوۂ رسول کریم ﷺ پر ہی عمل کرنا چاہئے،کیونکہ اسی میں اسلام کی تعلیمات اور اخلاق کی سربلندی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ القلم:5)

اے محمدؐ آپ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(سورۃ الانبیاء:106)

یعنی ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر بھیجا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

(سورۃ المائدہ:68)

اللہ تجھے لوگوں کے حملوں سے محفوظ رکھے گا۔

پہلی آیت میں بیان ہوا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نہایت ہی اعلیٰ اخلاق پر قائم ہیں۔رسول کریم ﷺ کی حیات مبارکہ شاہد ہے کہ آپؐ نے ہر نازک سے نازک موقعہ پر بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ فرمایا۔حالات کے ہر موڑ پر اپنے اور بیگانوں نے آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کو ہی دیکھا۔چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

1۔ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ کے پاس چند یہودی آئے اور اُنہوں نے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی بجائے کہا السَّامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ یعنی تجھ پر ہلاکت ہو۔رسول کریم ﷺ نے جواب میں صرف اتنا فرمایا'عَلَيْكُمْ' یعنی (جو کچھ تم نے مجھے کہا ہے وہ تمہیں پر ہو) حضرت عائشہؓ نے یہود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:''عَلَيْكُمُ السَّامُ وَالذَّامُ'' یعنی تم پر ہی ہلاکت ہو تمہاری مذمّت ہی مذمّت ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:'يَا عَائِشَةُ لَا تَكُوْنِيْ فَاحِشَةً'' اے عائشہ سخت کلامی سے پرہیز کرو۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا:'حضور آپ نے سنا نہیں کہ یہود نے کیا کہا ہے'۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سنا ہے۔اور کیا تم نے میرا جواب نہیں سنا۔'قُلْتُ عَلَيْكُمْ'۔جو تم نے کہا وہ تم پر لوٹے۔رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا يَا عَائِشَةُ ۔اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّه ۔اے عائشہ یقیناً اللہ ہر معاملہ میں نرمی پسند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب السلام)

حضرت مصلح موعودؓ اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی یہ عادت تھی کہ وہ رسول کریم ﷺ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے جو گستاخانہ بھی ہوتے اور عامیانہ بھی۔اور اس سے انکا مقصد محض رسول کریم ﷺ کی تذلیل اور آپؐ کا استخفاف ہوتا۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 90)

سامعین کرام!! اس حدیث سے یہ علم ہوتا ہے کہ مخالفین اسلام آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں گستاخیاں کرتے رہے مگر آپ نے ہر موقعہ پر اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھلایا۔مدینہ میں آپ صاحب اقتدار تھے۔اگر آپ چاہتے تو ایسی توہین اور گستاخی کرنے والوں کو قتل کروا سکتے تھے یا کوئی اور سزا دلوا سکتے تھے۔مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔بلکہ حضرت اُمّ المومنینؓ کے ذریعہ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ بدزبان کو پسند نہیں کرتا۔اس لئے کسی مسلمان کو بدزبانی نہیں کرنی چاہیے۔بدزبانی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

مدینہ میں سب سے بڑا گستاخ رسول عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین تھا۔اس کا تعلق مدینہ کے ایک عرب قبیلہ خزرج سے تھا۔یہ شخص بظاہر تو مسلمان تھا مگر اندرونی اور باطنی طور پر آنحضرت ﷺ کا بدترین دشمن و مخالف تھا۔وہ مسلمانوں کو باہم لڑانے اور انہیں نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ضائع نہیں ہونے دیتا تھا۔خفیہ سازشیں کرنا اس کا معمول تھا۔یہی وہ شخص تھا جس نے غزوہ بنی مصطلق پر سیدنا محمد ﷺ کی نسبت اعلان کیا تھا کہ :لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (سورۃ المنافقون،آیت9)

یعنی جب ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو جو مدینہ کا سب سے معزز آدمی ہے (یعنی وہ) مدینہ کے سب سے ذلیل آدمی کو اس سے نکال دے گا۔معزز آدمی سے مراد اس کی اپنی ذات تھی۔اور ذلیل سے مراد (العیاذ باللہ) نبی کریم ﷺ تھے۔

اُس کی مخالفانہ کارروائیوں سے تو تاریخ اسلام بھری پڑی ہے جن کا بیان اس محدود وقت میں ممکن نہیں۔بطور نمونہ چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔شوال 3ھ بمطابق مارچ 624ء میں کُفّار مکہ غزوہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ابوسفیان کی سرکردگی میں تین ہزار جنگجوؤں کے لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیلئے مدینہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔آنحضرت ﷺ کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر ان کو مدینہ پر حملہ کرنے سے روکنے کیلئے احد کے میدان کی طرف روانہ ہوا۔ایسے خطرناک اور نازک وقت میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے غداری کی اور راستے سے اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ واپس مدینہ لوٹ گیا۔

سامعین کرام!! دنیا کے ہر ایک ملک اور قوم میں غداری کی سزا موت ہے۔مگر اُس ''غدار'' اور گستاخ کو رسول کریم ﷺ نے دنیا کے حکمرانوں کی طرح موت کی سزا نہیں دی بلکہ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ:

''غزوہ بنو مصطلق کے موقعہ پر اسی عبد اللہ ابن ابی بن سلول نے یہ اعلان کیا تھا کہ مدینہ جا کر عزت والا شخص ذلیل شخص کو مدینہ سے باہر نکال دیگا۔'' عبداللہ ابن ابی بن سلول کا بیٹا ایک مخلص صحابی تھا جب یہ بات اُس نے سنی تو گھبرایا ہوا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے باپ کی گستاخیوں کی وجہ سے اسکے قتل کا حکم دینا چاہتے ہیں۔اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے تو آپ مجھے حکم فرمائیں میں ابھی اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں لا ڈالتا ہوں۔مگر آپ کسی اور کو ایسا ارشاد نہ فرمائیں کیوں کہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی جاہلیت

کی رگ میرے بدن میں جوش مارے اور میں اپنے باپ کے قاتل کو کسی وقت کوئی نقصان پہنچا بیٹھوں اور خدا کی رضا چاہتا ہوا بھی جہنم میں جا گروں۔

سیدنا حضرت محمد ﷺ نے اس موقعہ پر جو جواب رئیس المنافقین گستاخِ رسول کے بیٹے کو دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا ہمارا ارادہ اُسے قتل کرنے کا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم تمہارے والد کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کریں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو گستاخی کی سزا خود اسکے بیٹے کے ذریعہ دلوا دی۔ وہ اس طرح کہ جب لشکر اسلامی مدینہ کی طرف لوٹا تو عبداللہ اپنے باپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں تمہیں مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تم اپنے منہ سے یہ اقرار نہ کرو کہ رسول اللہ ﷺ معزز ہیں اور تم ذلیل ہو۔ آخر عبداللہ ابن ابی بن سلول نے مجبور ہو کر یہ اقرار کیا کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہی معزز و مکرم ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ اس واقعہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گستاخ رسول کی گستاخی کی سزا خود اس کے اپنے بیٹے کے ذریعہ دلوادی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر میں بھی سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو خود ان کی نسلوں اور قوم سے سزا دلوا دے اور ایک عبرت کا نشان دکھا دے۔ عبد اللہ ابن ابی بن سلول جب مرض الموت میں مبتلا تھا، رسول کریمؐ اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ مجھے اپنی قمیص عطا فرمائیں جو آپ نے پہن رکھی ہے اور اسی میں میری تکفین فرمائیں۔ میری نماز جنازہ پڑھائیں اور میرے لئے دعائے مغفرت بھی کریں۔ ماہ ذی قعدہ 9 ھجری یعنی 631 عیسوی کو عبداللہ بن ابی بن سلول کی وفات ہو گئی۔ جب رسول کریم اُس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو روک کر اس کی ساری گستاخیوں کا ذکر کر کے عرض کیا کہ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے جو رئیس المنافقین ہے کیا ایسے لوگوں کیلئے دعائے مغفرت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا ہے رسول کریم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (سورۃ التوبہ: 80)

تو اُن کیلئے استغفار کر یا نہ کر ان کیلئے برابر ہے۔ اگر تو ان کیلئے ستّر بار بھی استغفار کریگا تو اللہ ان کو کبھی معاف نہیں کریگا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ ان کیلئے ستّر مرتبہ سے زیادہ مغفرت مانگنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں وہ بھی کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رحمۃ للعالمین کے جذبہ رحمت کی تاب نہ لا سکے اور پیچھے ہٹ گئے۔ جنازہ کے بعد اسے قبر میں اتارا گیا تو آپ نے اسے واپس نکالنے کا حکم دیا۔ نکلوانے کے بعد آپ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ پر انڈیلا اور اسے قبر میں اتارنے کا حکم دیا۔ تدفین کے بعد آپ واپس لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (التوبہ: 84)

سامعین کرام!!

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو عبداللہ بن ابی بن سلول کا جنازہ پڑھانے سے قبل ہی رسول کریم ﷺ پر مذکورہ آیات نازل فرما سکتا تھا اور نماز جنازہ ادا کرنے سے روک سکتا تھا۔ مگر ایسا نہیں کیا غالباً اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنوں اور بیگانوں کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ اے دنیا والو دیکھو جسے میں نے رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن بنایا ہے اور اعلیٰ اخلاق سے ممیّز کیا ہے، اس کی رحمت اور اعلیٰ اخلاق کا اندازہ لگاؤ کہ اشد ترین گستاخ بھی اس کی رحمت سے محروم نہیں رہا۔ اگر عبداللہ بن ابی بن سلول کا جنازہ ادا کرنے سے قبل یہ حکم نازل ہو جاتا تو سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ کی رحمت اور اعلیٰ اخلاق کا عظیم جلوہ دنیا کے سامنے نہ آتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدائے تعالیٰ کا ارادہ انبیاء اور اولیاء کی نسبت یہ ہوتا ہے کہ اُن کے ہر یک قسم کے اخلاق ظاہر ہوں اور بہ پایہ ثبوت پہنچ جائیں۔ سو خدائے تعالیٰ اسی ارادے کو پورا کرنے کی غرض سے ان کی نورانی عمر کو دو حصہ پر منقسم کر دیتا ہے۔ ایک حصہ تنگیوں اور مصیبتوں میں گزرتا ہے اور ہر طرح سے دکھ دیئے جاتے ہیں اور ستائے جاتے ہیں تا وہ اعلیٰ اخلاق ان کے ظاہر ہو جائیں جو بجز سخت تر مصیبتوں کے ہرگز ظاہر اور ثابت نہیں ہو سکتے۔“ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 277)

سامعین کرام!!

ایک اندازے کے مطابق آنحضرت ﷺ پر قرآن مجید کا نزول 24 رمضان بمطابق 20 اگست 610 کو ہوا اور آپ نے مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آ کر مورخہ 28 صفر 1 ھجری بمطابق 622 کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ کم وبیش بارہ تیرہ سال آنحضرت ﷺ نے کفّار مکہ کی گستاخیوں اور زیادتیوں کو بڑے صبر و تحمّل سے برداشت کیا۔ ان سے انتہائی گھٹیا اور تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ سنے، کسی نے کہا: اِنَّكَ لَمَجْنُوْن (الحجر 15-7) اے محمد یقیناً تو ایک دیوانہ ہے۔ اور کسی نے کہا: وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (ص ۳۸،۵) محمد ﷺ تو ایک ساحر اور جھوٹا ہے۔ کسی نے یہ کہا کہ محمد ﷺ تو ابتر ہیں اور کسی نے مقطوع النسل کہا۔ آپ انتہائی تکلیف دہ باتیں سنتے اور خاموش رہتے اور صبر کرتے۔ کفّار مکہ کے گستاخ رویّے کی تفصیل کیلئے بے شمار واقعات میں سے صرف دو کا بیان ضروری ہے۔ تاریخ اسلام اور سیرت کی کتب میں ذکر ہے کہ سیدنا محمد ﷺ ایک دن مکہ میں خانہ کعبہ کے قریب صفا پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دوران وہاں سے ابوجہل گزر رہا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو بلاوجہ گالیاں دینی شروع کر دیں۔ وہ گالیاں دیتا رہا اور حضور ﷺ خاموشی سے سنتے رہے۔ کسی قسم کے ردّ عمل کا اظہار نہیں فرمایا۔

حضرت حمزہؓ کی ایک لونڈی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ رسول کریم ﷺ کی مظلومیت اور خاموشی سے بہت متاثر ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب جنگل سے شکار کھیل کر واپس آئے تو اس لونڈی نے حضرت حمزہؓ کو کہا کہ آپ کے بھتیجے کو ابوجہل نے بہت گالیاں دیں اور حضرت محمد مصطفے ﷺ سامنے سے بالکل خاموش رہے۔ حضرت حمزہ گو مسلمان نہ تھے مگر دل کے شریف تھے۔ جب حضرت حمزہؓ نے یہ واقعہ سنا اسی وقت سیدھے خانہ کعبہ کی طرف گئے وہاں ابوجہل بیٹھا تھا۔ آپؓ نے اسکے سر پر کمان ماری اور ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا کہ میں ابھی محمد ﷺ کے مذہب کو اختیار کرتا ہوں تم نے صبح صبح اسے بلاوجہ گالیاں کیوں دیں؟ کیا اس لئے کہ وہ آگے سے جواب نہیں دیتا؟ اگر بہادر ہو تو اب میری مار کا جواب دو۔ ابوجہل نے اس خیال سے کہ اگر لڑائی شروع ہو گئی تو اس کا نتیجہ نہایت خطرناک نکلے گا اس لئے مصلحت سے کام لیتے ہوئے ان سے کہا کہ چلو جانے دو زیادتی میری طرف سے ہوئی تھی میں نے آپ کے بھتیجے کو بہت گالیاں دی تھیں۔

(سیرت ابن ہشام، جلد 1 صفحہ 311)

سامعین کرام!!

اگر غور کیا جائے تو اس واقعہ میں عصر حاضر کے مسلمانوں کیلئے بہت بڑی نصیحت ہے۔ اسلام کا اشد ترین دشمن گالیاں دیتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور آپ کی مظلومانہ خاموشی رنگ لائی کہ جب اس مظلومانہ خاموشی کی اطلاع حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو وہ مسلمان ہو گئے۔

عصر حاضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی اسوہ کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی ملک میں یا کسی جگہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں کوئی قابل اعتراض مضمون یا خاکہ شائع ہوتا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ رسول کریمؐ کے اُسوہ حسنہ کے مطابق خاموشی اختیار کریں اور اس کے جواب میں زیادہ سے زیادہ مضامین تحریر کر کے اور جلسے منعقد کر کے آنحضرت ﷺ کے جمالی پہلوؤں کو نمایاں کریں۔ جس سے غیر جانبدار طبقہ متاثر ہو اور وہ گستاخی کرنے والے کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے احتجاج کریں اور یہی طریق جماعت احمدیہ مسلمہ کا ہے جس کے مثبت نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہمارا ردّعمل ہمیشہ ایسا ہوتا ہے اور ہمیشہ ہونا چاہئے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوہ نکھر کر سامنے آئے۔ قرآن کریم کی تعلیم نکھر کر سامنے آئے۔ آنحضرتؐ کی ذات پر ناپاک حملے دیکھ کر بجائے تخریبی کارروائیاں کرنے کے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگنے والے ہم بنتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 10 رفروری 2006)

سامعین کرام!!

ایک صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے قریب کھڑے نماز ادا کر رہے تھے اور کفّار قریش کا ایک گروہ قریب ہی مجلس لگائے ہوئے بیٹھا تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ کوئی ہے جو گند اور گوبر سے بھری ہوئی اونٹ کی اوجھڑی اس محمدؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان اس وقت رکھ دے جب کہ وہ سجدہ میں ہو۔ ایک کافر ظالم گیا اور اوجھڑی لے آیا اور آپؐ کے کندھوں پر رکھ دی۔ ہمارے آقا سجدے کی حالت میں ہی پڑے رہے اور کفّار مکہ ہنسنے لگے۔ ہنسی کے مارے وہ ایک دوسرے پر جھک جھک جاتے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کسی نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کو خبر دی۔ وہ بھاگتی ہوئی آئیں اور اس اوجھڑی کو آپ کے کندھوں سے ہٹایا۔ جب رسول کریم نماز مکمل کر چکے تو دُعا کی کہ اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ۔ اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ: اے اللہ تو ہی قریش سے سمجھ اے اللہ تو ہی قریش سے سمجھ۔ پھر آپ نے نام لیا، اے اللہ! عمر بن ہشام، عتبہ بن ربیع، شیبہ بن ربیع، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید سے سمجھ۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے خود ان سب کو بدر کے میدان میں مقتول پایا۔ پھر ان کو بدر کے میدان میں ایک گڑھا کھود کر گھسیٹ کر پھینکا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کنویں والے لعنت کے نیچے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب المراۃ تطرح عن المصلّی)

سامعین کرام!!

اللہ تعالی اپنے حبیب کیلئے سب سے زیادہ غیرت رکھتا تھا اور رکھتا ہے۔ اسے علم ہے کہ کس گستاخ رسول کو کب اور کس طرح کیفر کردار تک پہنچانا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ جو کام اللہ کا ہے وہ اسی کے سپرد کر دیں۔ اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ اگر وہ اپنے ہاتھ میں لیں گے تو اس کے بدنتائج ہی نکلیں گے۔ جیسا کہ عصر حاضر میں نکل رہے ہیں۔

سامعین کرام!!

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ پر دس سال گزر گئے اور مکہ والوں کی مخالفت اور گستاخیوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے طائف جانے کا فیصلہ فرمایا یہ مقام مکہ سے جنوب مشرق کی طرف چالیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ چنانچہ مئی یا جون ۶۱۹ کو آپ وہاں تشریف لے گئے اور دس دن قیام فرمایا۔ اہل طائف نے بھی انتہائی گستاخانہ رویّہ اختیار کیا۔ وہاں کے رئیس عبد یالیل (یا ابن عبد یالیل) نے شہر کے آوارہ آدمی آپ کے پیچھے لگا دیئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر سے نکلے تو ان گستاخ اور شر پسند لوگوں نے آپ پر اتنا پتھراؤ کیا کہ آپ کا سارا بدن خون سے تر بتر ہو گیا۔ تین میل تک یہ لوگ آپ کے ساتھ ساتھ گالیاں دیتے اور پتھر برساتے چلے آئے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”عائشہ تیری قوم کی طرف سے مجھے بڑی بڑی سخت گھڑیاں دیکھنی پڑی ہیں۔ اور پھر آپ نے سفر طائف کے حالات سنائے اور فرمایا کہ اس سفر سے واپسی پر میرے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہنے لگا ،یَا مُحَمَّدُ..... اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَیْهِمُ الْاَخْشَبَیْنِ

(بخاری کتاب، بدء الخلق باب اذا قال احدکم امین)

اے محمد اگر آپ چاہیں تو میں اس اخشبین کے دو پہاڑوں سے ان لوگوں کو کچل دوں۔ اگر رسول کریمؐ اہل طائف کو سزا دلوانا یا ہلاک کروانا چاہتے تو فورًا جواب دیتے ہاں انہیں کچل کر رکھ دیا جائے ان کی گستاخیاں معافی کے قابل نہیں۔ مگر اس کربناک حالت میں بھی رحمۃ للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑوں کے فرشتوں کو جواب دیا کہ:

”بَلْ اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا“

انہیں ان کی گستاخیوں کے باوجود ہلاک نہ کیا جائے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی ان کے اصلاب یعنی اولاد سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

پس وہ مسلمان جو ہر گستاخی کرنے والے کو قتل کرنے اور موت کی سزائیں دینے کے درپے رہتے ہیں انہیں اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔ اگر یہ مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں پر چلیں تو کچھ بعید نہیں کہ عصر حاضر میں گستاخی کرنے والوں کی نسلوں سے اللہ تعالی کے نیک بندے پیدا ہو جائیں جو اللہ تعالی کی عبادت کرنے والے ہوں۔

حضرت نبی کریمؐ کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کئے ہوئے ساتواں سال گزر رہا تھا کہ جمادی الثانی ہجری بمطابق اکتوبر نومبر 628 میں آپ کو اطلاع ملی کہ بمقام نجد قبیلہ غطفان اور بنو ثعلبہ مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ چند سو صحابہ کے ساتھ اس کے ممکنہ حملہ کو روکنے کے لئے نجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ قبیلہ غطفان والے ڈر گئے اور راہِ فرار اختیار کیا۔ جب نبی کریمؐ مدینہ کی طرف واپس لوٹ رہے تھے تو راستے میں آپ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام فرمانے کے لئے ٹھہر گئے اور تلوار درخت سے لٹکا دی۔ صحابہ کرام بھی مختلف درختوں کے سایہ میں آرام کرنے لگے۔ اسی حالت میں ایک دشمن آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ہاتھ میں پکڑ کر آپ کو نیند سے جگایا اور پوچھا ’مَنْ یَّمْنَعُكَ مِنِّیْ ‘‘مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا ”اللہ“۔ یہ سننا تھا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور اس گستاخ دشمن سے پوچھا: اب مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے۔ اس پر وہ ڈر کر کہنے لگا آپ ہی ہیں جو مجھ پر رحم کریں۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالی کا رسول ہوں اس گستاخ دشمن نے جواب دیا، نہیں لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ آپ سے کبھی نہیں لڑونگا۔ رحمۃ للعالمین نے اس بڑے گستاخ دشمن کو آزاد کر دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے جاملا اور انکو بتایا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو دنیا میں سب سے بہتر ہے۔

(بحوالہ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃُ ذات الرقاع)

سامعین کرام!!

دنیا کے ہر قانون کے مطابق قاتلانہ حملہ کرنے والوں کی سزا موت ہے مگر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سنگین جرم کے ارتکاب کرنے والے گستاخ کو بھی معاف فرما کر ایک مثال اور نمونہ قائم فرما دیا۔ وہ مسلمان جو توہین رسالت کے نام پر بلا وجہ قتل اور موت کی باتیں کرتے ہیں انہیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

عہد رسول میں بڑے بڑے گستاخانِ رسول میں سے ایک شخص ثُمَامَۃُ بْنِ اُثَال تھا۔ یہ شخص یمامہ کا رہنے والا تھا۔ قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک بااثر رئیس تھا۔ ہمیشہ بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنے کے درپے رہتا تھا۔ ایک دفعہ مسلمان اُس کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ نبی کریمؐ نے اس زمانہ کے رواج کے مطابق مسجد نبوی کے صحن میں ہی کسی ستون کے ساتھ باندھ کر قید کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز صبح کے وقت ثمامہ کے قریب تشریف لے جاتے اور حال پوچھ کر دریافت فرماتے کہ ”ثمامہ بتاؤ اب کیا ارادہ ہے“؟ ثمامہ جواب دیتا ،اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ مجھے قتل کر دیتے تو آپ کو اس کا حق ہے کیوں کہ میرے خلاف خون کا الزام ہے لیکن اگر آپ احسان کریں تو آپ مجھے شکر گزار پائیں گے۔ اگر آپ فدیہ لینا چاہیں تو میں فدیہ دینے کے لئے بھی تیار ہوں، تین دن تک یہی سوال جواب ہوتا رہا۔ آخر تیسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از خود صحابہ رضی اللہ عنھم سے ارشاد فرمایا کہ ”ثمامہ کو کھول کر آزاد کر دو“ صحابہ رضی اللہ عنھم نے فورًا آزاد کر دیا اور ثمامہ جلدی جلدی مسجد سے نکل کر باہر چلا گیا۔ غالباً صحابہ یہ سمجھے ہوں گے کہ اب وہ اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ جائیگا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ چکے تھے کہ ثمامہ کا دل مفتوح ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ ایک قریب کے باغ میں گیا اور وہاں سے نہا دھو کر واپس آیا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔

ایمان لانے کے بعد ثمامہ نے بیان کیا:

واللهِ مَا كَانَ عَلَى الارضِ وَجهٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِن وَّجهِكَ فَقَدْ اَصبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوهِ اِلَیَّ وَ اللهِ مَا كَانَ مِن دِين اَبغَضَ اِلَیَّ مِن دِينِكَ فَاَصبَحَ دِينُكَ اَحَبَّ الدِّينِ اِلَیَّ وَ اللهِ مَا كَانَ مِن بَلَدٍ اَبغَضَ اِلَیَّ مِن بَلَدِكَ فَاَصبَحَ بَلَدُكَ اَحَبَّ البِلَادِ اِلَیَّ

(بخاری کتاب المغازی)

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!! خدا کی قسم اس روئے

زمین پر جتنے چہرے ہیں ان میں سے مجھے سب سے زیادہ نفرت آپکے چہرے سے تھی مگر اب خدا کی قسم مجھے آپ کا چہرہ سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہے۔ خدا کی قسم آپ کے دین سے زیادہ مجھے کوئی دین ناپسند نہ تھا لیکن آج مجھے آپکا دین سب سے پیارا ہے۔ خدا کی قسم آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسند نہ تھا لیکن آج یہ مجھے سب شہروں سے پیارا ہے۔

سامعین کرام!!

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بڑے بڑے گستاخی کرنے والوں کو اپنی دعا اور توجہ اور اپنے حسن اخلاق سے اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ جولوگ اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے وہی اسلام کے سب سے بڑے خدمت گزار بن گئے۔ عصر حاضر میں بھی مسلمان گستاخان رسول اور مخالفین اسلام کو اپنی دعاؤں اور اعلی اسلامی اخلاق سے اسلام کا گرویدہ بناسکتے ہیں کیونکہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت مخالفین پر اثر انداز ہوتی رہے گی۔ بشرطیکہ اسے صحیح رنگ میں اغیار کے سامنے پیش کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ آنحضرت ﷺ وہاں موجود تھے آپ متعجب تھے اور مسکراتے رہے۔ جب اس آدمی نے زیادہ گالیاں دینی شروع کیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ آنحضرت ﷺ ناراض ہو گئے اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپکے پیچھے پیچھے چل پڑے اور حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ جب وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا تو آپ وہاں تشریف فرما رہے۔ اور جب میں نے گالیوں کا جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوکر چلے آئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَلَيهِ فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ

(مشکوۃ کتاب الآداب باب الرفق)

اے ابوبکر جب تک آپ گالیاں دینے والے کے سامنے خاموش تھے فرشتہ اسے جواب دے رہا تھا۔ مگر جب آپ نے جواب دینا شروع کیا تو شیطان آگیا اور اس وجہ سے میں وہاں سے چلا آیا۔

سامعین کرام!!

مذکورہ واقعہ میں عصر حاضر کے مسلمانوں کیلئے بہت بڑا اسبق ہے۔ انہیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو اللہ تعالی کے فرشتے جواب دیتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے

و اللهُ يَعصِمُكَ مِنَ النَّاس

(المائدہ:68) اللہ آپ کو لوگوں کے حملوں سے محفوظ رکھے گا لیکن جب ناسمجھ مسلمان نا مناسب طریق پر گستاخیوں کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں تو شیطان مداخلت کرتا ہے اور اسلام کو بدنام کروانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز نے ایسے نادان مسلمانوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:

”اِس قسم کی حرکت کرنے والوں کو سمجھاؤ۔ آنحضرت ﷺ کے محاسن بیان کرو۔ دنیا کو ان خوبصورت اور روشن پہلوؤں سے آگاہ کرو جو دنیا کی نظر سے چھپے ہوئے ہیں اور اللہ سے دعا کرو کہ یا تو اللہ تعالی ان کو ان حرکتوں سے باز رکھے یا پھر خود ان کی پکڑ کرے اللہ تعالی کی پکڑ کے اپنے طریقے ہیں۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس طریقے سے کس کو پکڑنا ہے۔“ (خطبہ جمعہ مورخہ 10 فروری 2006)

”آج مسلمانوں کی بلکہ تمام دنیا کی صحیح سمت کا تعین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو بھیجا ہے۔ اس کو پہچانیں، اس کے پیچھے چلیں اور دنیا کی اصلاح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لئے اس مسیح و مہدی کی جماعت میں شامل ہوں کہ اب کوئی دوسرا طریق، کوئی دوسرا رہبر ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے اور چلانے والا نہیں بنا سکتا۔ اسلام کی شان وشوکت کو بحال کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کو مسیح و مہدی کی جماعت نے ہی قائم کرنا ہے اور کروانا ہے۔ انشاء اللہ۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 فروری 2006 خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 91)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

......☆......☆......☆......

اَے شاہِ مکّی ومَدَنی، سیّد الوریٰ ﷺ

(بزبان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

منظوم کلام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اَے شاہِ مکّی و مَدَنی، سیّد الوَریٰ ﷺ — تجھ سا مجھے عزیز نہیں کوئی دوسرا
تیرا غلام دَر ہوں، ترا ہی اسیرِ عشق — تو میرا بھی حبیب ہے، محبوبِ کبریاؐ
تیرے جِلَو میں ہی مِرا اٹھتا ہے ہر قدم — چلتا ہوں خاکِ پا کو تِری چُومتا ہُوا
تو میرے دل کا نور ہے، اَے جانِ آرزو — روشن تجھی سے آنکھ ہے، اَے نیّرِ ہدیٰؐ
ہیں جان و جسم، سو تری گلیوں پہ ہیں نثار — اولاد ہے، سو وہ تِرے قدموں پہ ہے فِدا
تو وہ کہ میرے دِل سے جگر تک اتر گیا — مَیں وہ کہ میرا کوئی نہیں ہے تِرے سِوا

اے میرے والے مصطفیٰ، اے سیّد الوَریٰؐ
اے کاش ہمیں سمجھتے نہ ظالم جُدا جُدا

ربّ جلیل کی ترا دِل جلوہ گاہ ہے — سِینہ ترا جمالِ الٰہی کا مُستَقر
قِبلہ بھی تُو ہے، قِبلہ نُما بھی تِرا وجُود — شانِ خُدا ہے تیری اداؤں میں جلوہ گر
نور و بشر کا فرق مِٹاتی ہے تیری ذات — ”بعد از خدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر“
تیرے حضور تہ ہے مِرا زانُوئے ادب — میں جانتا نہیں ہوں کوئی پیشوا دِگر
تیرے وُجود کی ہوں مَیں وہ شاخِ باثمر — جس پر ہر آن رکھتا ہے ربُّ الوَریٰ نظر
ہر لحظہ میرے درپئے آزار ہیں وہ لوگ — جو تجھ سے میرے قُرب کی رکھتے نہیں خبر
مُجھ سے عِناد و بُغض و عداوَت ہے اُن کا دِیں — اُن سے مجھے کلام نہیں لیکن اِس قدر
اَے وہ کہ مُجھ سے رکھتا ہے پَرخاش کا خیال — ”اَے آں کہ سُوئے من بِدَوِیدی بَصد تبَر

از باغباں بتَرس کہ من شاخِ مثمرم
بَعد از خدا بَعشقِ محمدؐ مُخمّرم
گر کفر ایں بوَد بخدا سخت کافرم“

آزاد تیرا فیض زمانے کی قید سے — برسے ہے شرق وغرب پہ یکساں ترا کرم
تُو مشرقی نہ مغرِبی اے نورِ شَش جہات — تیرا وطن عرب ہے، نہ تیرا وطن عجم
تُو نے مجھے خرید لیا اِک نگہ کے ساتھ — اب تو ہی تو ہے تیرے سِوا میں ہوں کالعدَم
ہر لحظہ بڑھ رہا ہے مِرا تجھ سے پیار دیکھ — سانسوں میں بس رہا ہے تِرا عشق دَم بدَم
میری ہر ایک راہ تری سَمت ہے رواں — تیرے سوا کسی طرف اٹھتا نہیں قدَم
اَے کاش مُجھ میں قوّت پرواز ہو تو مَیں — اُڑتا ہوا بڑھوں، تری جانِب سُوئے حَرم
تیرا ہی فیض ہے کوئی میری عطا نہیں — ”ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دِہم

یک قطرۂ زِ بحر کمالِ محمدؐ است
جان و دِلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکَم نثارِ کُوچۂ آلِ محمدؐ است“

(کلام طاہر، صفحہ نمبر 4، ایڈیشن 2008، قادیان)

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکراتے ہوئے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا۔
(یعنی ہر وقت آپ کا چہرۂ مبارک پر تبسّم کِھلا رہتا)۔ (ترمذی)

نماز کی اھمیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور اِرشادات کی روشنی میں

(ظہیر احمد خادم، ایڈیشنل ناظر دعوتِ الی اللہ جنوبی ہند)

انسان اپنی فطرت کے مطابق ایک برتر اور طاقتور ہستی کا محتاج ہے اور شروع سے ہی اللہ تعالیٰ کی ہستی کی تلاش میں سرگرداں رہا ہے۔ اس فطری جذبہ کی تکمیل کے لئے کبھی صحیح طریق اختیار کر کے اللہ کا عبد بن گیا تو کبھی مشرک بن کر غیر اللہ کا پرستار بن گیا۔ قرآن کریم کے مطابق انسان کی وجہ تخلیق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے محبت اور اسکی عبادت ہے اور یہ کائنات اس لئے بنائی گئی ہے کہ انسان اس پر غور وفکر کر کے اپنے خالق و مالک کو پہچان سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ○ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

(سورہ آل عمران آیت نمبر 192-191)

ترجمہ:: یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں صاحب عقل لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوتے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بَل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں (اور بے ساختہ کہتے ہیں) اے ہمارے ربّ تو نے ہرگز بے مقصد پیدا نہیں کیا پاک ہے تو پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

پس کائنات اور اسکی پیدائش کا مقصد یہی ہے کہ اس پر غور وفکر کر کے انسان اس کے خالق و مالک کی پہچان و معرفت حاصل کرے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق نماز ایک ایسی عبادت ہے جس سے انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے نمازوں کی بروقت ادائیگی کی بہت زیادہ نصیحت فرمائی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو نمازوں کی ادائیگی شب و روز مقدم رہتی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو سب سے پہلا آپ نے جو کام کیا وہ مسجد کی تعمیر تھا۔ صحیح بخاری میں باب الہجرت کے تحت حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ ؓ سے ہجرت کا واقعہ نقل کیا ہے، جس میں حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا وہ مسجد کی تعمیر تھا۔ آنحضرت ﷺ کی اس سُنّت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں سب سے زیادہ اہمیت کی چیز نماز ہے۔

آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کو مختلف انداز میں نیکیوں کو بجالانے اور بدیوں سے بچنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے :

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلَا اَدُلُّکُمۡ عَلٰی مَا یَمۡحُو اللّٰہُ بِهِ الۡخَطَایَا ، وَیَرۡفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ ! قَالُوۡا بَلٰی یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ ! قَالَ اِسۡبَاغُ الۡوُضُوۡءِ عَلَی الۡمَکَارِهِ ، وَکَثۡرَةُ الۡخُطَا اِلَی الۡمَسَاجِدِ ، وَانۡتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعۡدَ الصَّلٰوةِ ، فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ ، فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ ۔ (مسلم کتاب الطہارت باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتایئے۔ آپ ؐ نے فرمایا ۔ (سردی وغیرہ کی وجہ سے) دل نہ چاہنے کے باوجود خوب اچھی طرح وضو کرنا اور مسجد میں دُور سے چل کر آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ بھی ایک قسم کا رِباط یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنے کی طرح ہے۔ آپ ؐ نے یہ بات دو دفعہ فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کی حفاظت کرنے والوں کو جنت الفردوس کا وارث قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِهِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ○ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ○ الَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ؕ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ○ (سورۃ المومنون 10 تا 12)

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظ بنے رہتے ہیں یہی ہیں وہ جو وارث بننے والے ہیں یعنی وہ جو فردوس کے وارث ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے احادیث میں نمازوں کی بڑی تاکید اور اہمیت وفضیلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ ؐ فرماتے ہیں کہ نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز باقاعدگی سے پڑھی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اُسے ترک کیا اس نے دین کو گرایا اور اسکی عمارت کو منہدم کر دیا۔

فرمایا کہ اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے ایک بار فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ ایک موقع پر صحابہ کرام کے سامنے نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ جس شخص کے دروازے کے پاس سے صاف و شفاف پانی کی نہر بہتی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے جسطرح اُس کے بدن پر میل نہیں رہ سکتی اسی طرح اس شخص کا باطن بھی ناپاک نہیں رہ سکتا اور نہ اس میں کوئی کدورت یا گناہ کی میل رہ سکتی ہے جو دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے۔ (بخاری مواقیت الصلوٰۃ)

ہر انسان نے مر کر خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کے حساب وکتاب کے لئے پیش ہونا ہے جہاں اس کے اچھے اور برے اعمال کے مطابق اسکی قسمت کا فیصلہ ہونا ہے، اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے اعمال میں سے سب پہلے اس کی نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ گویا کہ سوال و جواب کے سلسلہ کی شروعات نماز کی ادائیگی اور عدم ادائیگی سے کی جائے گی۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے اعمال میں سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس بات کا محاسبہ کیا جائے گا وہ نماز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا ربّ عزّوجل فرشتوں کو فرمائے گا، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے، کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو کہ کیا اس نے اُسے مکمل طور پر ادا کیا تھا، یا نامکمل چھوڑ دیا۔ پس اگر اسکی نماز مکمل ہوئی تو اس کے نامۂ اعمال میں مکمل نماز لکھی جائے گی اور اگر اسکی نماز میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی تو فرمائے گا کہ دیکھیں میرے بندے نے کوئی نفل عبادت کی ہوئی ہے۔ پس اگر اس نے نفلی عبادت کی ہوگی تو فرمائے گا کہ میرے بندے کی فرض نماز میں جو کمی رہ گئی تھی وہ اس کے نفل سے پوری کر دو پھر تمام اعمال کا اسی طرح مؤاخدہ کیا جائے گا۔

(سنن نسائی کتاب الصلوٰۃ باب المحاسبۃ علی الصلوٰۃ)

ہر معاشرے میں کئی طرح کے نمازی ہوتے ہیں کچھ تو اللہ کے فضل سے اس طرح نمازوں کی ادائیگی کرتے ہیں گویا وہ دُنیا کو طلاق دیکر آ گئے ہوں اور ہر طرف سے فراغت حاصل کر کے خدا کے حضور حاضر ہو گئے ہیں۔ اور اب ان کو نماز کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ وہ پورے حضور قلب کے ساتھ نمازوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ وہیں دوسری طرف بعض نمازی اس قسم کے بھی نظر آتے ہیں کہ جو نمازوں کو چٹی سمجھ کر ادا کرتے ہیں اور جلد سے جلد مسجد سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ نماز کا چور کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جو نماز کے رکوع اور سجدے پورے نہ کرے۔

(مسند احمد ابن حنبل جلد 8 صفحہ 386 حدیث نمبر 22705)

ہمارے نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مختلف وقتوں میں مختلف انداز میں صحابہ کرام کو نماز کا حریص بنانے کی کوشش فرماتے تھے۔ ہر نماز کی اہمیت کو مختلف انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ کبھی فرماتے کہ فجر اور عشاء کی نماز بھاری نہیں مگر صرف منافق پر۔ کبھی فرماتے کہ جس نے عصر کی نماز ضائع کر دی اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنے گھر سے وضو کیا۔ پھر وہ اللہ کے گھر یعنی مسجد کی طرف گیا تا کہ وہاں فرض نماز ادا کرے تو مسجد کیطرف جاتے ہوئے جتنے قدم اس نے اٹھائے ان میں سے اس کے ایک قدم سے اگر ایک گناہ معاف ہوگا تو دوسرے قدم سے اس کا ایک درجہ بلند ہوگا۔ یعنی ہر ہر قدم پر اسے ثواب ملے گا۔

(مسلم باب المشی الی الصلوٰۃ)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کا جماعت سے نماز پڑھنا، بازار یا گھر میں نماز پڑھنے سے بیس گنا سے بھی کچھ زیادہ ثواب کا موجب ہے اور یہ اس لیے کہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرے، پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد میں نہ لائے تو ایسا شخص کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں جا پہنچتا ہے۔ پھر جب تک وہ نماز کی خاطر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے، نماز میں ہی مصروف سمجھا جاتا ہے اور فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں : اے اللہ اس پر رحم کر، اس کو بخش دے، اس کی توبہ قبول کر۔ یہ دعائیں اس کیلئے اس وقت تک ہوتی رہتی ہیں جب تک وہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور بے وضو نہیں ہوتا۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ الجماعۃ)

حضرت جریر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے اور اس وقت چاند بھی مکمل تھا۔ آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم یقیناً اپنے رب کو بالکل اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھ رہے ہو۔ اگر اس کے لئے تم کچھ کر سکتے ہو تو یہ کرو کہ کبھی نماز فجر اور نماز عصر سے کوتاہی اور غفلت نہ برتو۔

(صحیح بخاری، مواقیت الصلوٰۃ، باب نماز عصر کی فضیلت کا بیان)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز عصر سے کوتاہی کرتا ہے اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

(ترمذی کتاب التفسیر سورہ التوبہ)

آنحضرت ﷺ نے نماز میں حضور قلب حاصل ہونے کیلئے دو طریق بیان فرمائے ہیں۔ اور ہر دو طریق کار حضور قلب کے حصول کیلئے نہایت ضروری اور اہم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو اس طرح کھڑا ہو کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ حالت میسر نہیں تو کم از کم یہ حالت تو ضرور ہو کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔

(مسلم کتاب الایمان)

نماز چونکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کیلئے ادا کی جاتی ہے اسلئے ضروری ہے کہ انسان کی توجہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رہے۔ نماز تمام مشکلات و مصائب اور تکالیف کا علاج ہے۔ مومن کی تمام ضروریات کا مداوا نماز کرتی ہے۔ انسان اپنی تمام ضروریات واحتیاجات کو رکوع و سجود کے ذریعہ اپنے خالق و مالک سے کہہ دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ساری زندگی مشکلات سے بھری ہوئی تھی اور آپ اپنی مشکلات کو دُور کرنے کے لئے نمازوں کی طرف دوڑتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف متوجہ ہوتے:

عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ صَلّٰی "

(مسند الامام احمد بن حنبل کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ مطلقا)

آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرام میں عبادت الٰہی اور خشیت الٰہی کا جذبہ اس قدر پیدا فرما دیا تھا کہ صحابہ تمام معاملات کو آخرت میں سرخروئی اور رضائے الٰہی کے جذبہ کے تحت کرتے تھے۔ ان کا مطمحِ نظر صرف اور صرف خدا تعالیٰ کو راضی کرنا تھا۔

نمازوں کی ایک قسم نوافل ہے اور احادیث میں نفل نمازوں کی بھی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اشراق کی نماز، چاشت کی نماز، تہجد کی نماز، صلوۃ الاستخارہ، بارش کی نماز وغیرہ وغیرہ نوافل کی اہمیت کو بیان فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ : مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِہَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِہَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ ۔ (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی مَیں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ میرا بندہ جتنا میرا قرب اس چیز سے، جو مجھے پسند ہے اور مَیں نے اس پر فرض کر دی ہے، حاصل کر سکتا ہے اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا اور نوافل کے ذریعہ سے میرا بندہ میرے قریب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں، جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ یعنی میں ہی اس کا کارساز ہوتا ہوں اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اُسے پناہ دیتا ہوں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ اپنی عبادتوں میں ہمیشہ میانہ روی اختیار فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہی نصیحت فرمایا کرتے تھے چنانچہ حدیث ہے :

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : جَآءَ ثَلَاثَۃُ رَھْطٍ اِلٰی بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا وَقَالُوْا : اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؟ وَقَدْ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ قَالَ اَحَدُھُمْ : اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ : وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّھْرَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ : وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا ۔ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ : اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا ، اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۔

(بخاری کتاب النکاح الترغیب فی النکاح)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں میں آئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے۔ جب انہیں آپ کی عبادت کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اسے کم سمجھا اور اس کی یوں توجیہہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں بھلا ہماری کیا حیثیت ہے، آپؐ کے تو اگلے پچھلے قصور معاف کر دیئے گئے ہیں یعنی آپؐ کو گناہ سے محفوظ کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک نے کہا مَیں رات بھر نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا۔ کبھی نکاح نہ کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپؐ ان کے پاس آئے اور ان سے پوچھا۔ کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ دیکھو، خُدا کی قسم! میں تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں۔ لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی لیتا ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں جو شخص میری سنّت سے مُنہ موڑے گا۔ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے کتنی محبت تھی اور آپؐ نماز کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے اس تعلق میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب کی کتاب ''اُسوہ انسان کامل'' سے کچھ حصہ ذیل میں پیش ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

نماز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزانہ و شبانہ کا وہ معمول تھا جس میں آپؐ کی روح کی غذا تھی۔ ہر چند کہ اُمت کی سہولت کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رخصت دی کہ کھانا چنا جا چکا ہو تو کھانے سے فارغ ہو کر پھر نماز ادا کر لو۔ مگر اپنا یہ حال تھا کہ کھانا کھاتے ہوئے بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی کہ نماز کا وقت ہو گیا تو صرف اتنا کہا ''اسے کیا ہوا، اللہ اس کا بھلا کرے۔'' (یعنی کھانا تو کھا لینے دیا ہوتا) مگر اگلے ہی لمحے وہ چھری جس سے بُھنا ہوا گوشت کاٹ رہے تھے وہیں پھینک دی اور سیدھے نماز کیلئے تشریف لے گئے۔

(ابوداؤد کتاب الطہارت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کا معمول بیان فرماتی تھیں کہ نماز کیلئے بلال رضی اللہ عنہ کی اطلاعی آواز پر آپؐ بلا توقف مستعد ہو کر اٹھتے اور نماز کیلئے تشریف لے جاتے۔ (بخاری کتاب التہجد)

بیماری میں بھی نماز ضائع نہ ہونے دیتے۔ ایک دفعہ گھوڑے سے گر جانے کے باعث جسم کا دایاں پہلو شدید زخمی ہو گیا۔ کھڑے ہو کر نماز ادا نہ فرما سکتے تھے۔ بیٹھ کر نماز پڑھائی مگر باجماعت نماز میں ناغہ پسند نہ فرمایا۔ (بخاری کتاب المرضی)

سفر میں بھی نماز کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ روایات حدیث کے مطابق زندگی بھر میں صرف دو مواقع ایسے آئے کہ جن میں بعض صحابہ کو رسول کریم کی غیر موجودگی میں نماز پڑھانے کی نوبت آئی۔

ایک موقع وہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں مصالحت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور جیسا کہ ہدایت فرما گئے تھے تاخیر کی صورت میں کچھ انتظار کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کی درخواست پر نماز پڑھانی شروع کی۔ اتنے میں آپؐ تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ گئے اور آپؐ نے خود امامت کروائی۔ (ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

دوسرا موقع وہ ہے جب ایک سفر میں آپؐ قافلے سے پیچھے رہ گئے تو حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے نماز فجر قضا ہونے کے اندیشہ سے شروع کروائی اور آپؐ پیچھے سے آکر شامل ہو گئے۔ آپؐ نے بروقت نماز ادا کرنے پر صحابہؓ سے اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ (مسلم، کتاب الصلوٰۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر مدینہ سے یہود بنی قریظہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہوتے ہوئے صحابہ کو یہ ہدف دیا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ جا کر ادا کی جائے۔ (بخاری، کتاب المغازی)

یوں آپؐ نے حالت سفر میں بھی نماز کی حفاظت کا پیشگی انتظام فرما کر اپنے صحابہ کو ایک سبق دیا۔

سفر میں جدھر سواری کا رُخ ہوتا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف منہ کر کے نفل نماز سواری پر ادا فرما لیتے تھے۔ (ابوداؤد، کتاب صلوٰۃ السفر) تاہم فرض نمازیں ہمیشہ قافلہ روک کر باجماعت قصر اور جمع کر کے ادا کرتے۔ (بخاری، ابواب تقصیر الصلوٰۃ) بارش کی صورت میں بعض دفعہ آپؐ نے سواری کے اُوپر بھی فرض نماز ادا کی ہے۔ (ترمذی، کتاب الصلوٰۃ)

ایک سفر میں رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کرتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی فجر کی نماز میں جگانے پر لگائی گئی مگر ان پر نیند غالب آگئی۔ دن چڑھے سب کی آنکھ کھلی۔ فجر کی نماز میں تاخیر ہو چکی تھی۔ پریشانی کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ مزید رکنا بھی پسند نہیں فرمایا جہاں نماز ضائع ہوئی اور آگے جا کر نماز ادا کی۔ (بخاری، کتاب المواقیت الصلوٰۃ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے ہنگامی حالات میں بھی نماز کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ غزوہ بدر سے پہلے اپنی جھونپڑی میں نماز کی حالت میں گریہ و زاری کر رہے تھے اور تین سو تیرہ عبادت گزاروں کا واسطہ دے کر دراصل آپؐ نے دعاؤں کے ذریعہ اس کوٹھری میں ہی یہ جنگ جیت لی تھی۔

غزوہ احد کی شام جب لوہے کے خود کی کڑیاں دائیں رخسار میں ٹوٹ جانے سے بہت سا خون بہہ چکا تھا، آپؐ زخموں سے نڈھال تھے اور ستر صحابہ کی شہادت کا زخم اس سے کہیں بڑھ کر اعصاب شکن تھا، اس روز بھی آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نداء پر نماز کیلئے اسی طرح تشریف لائے جس طرح عام دنوں میں تشریف لاتے تھے اور چشم فلک نے قیام عبادت کا ایسا حیرت انگیز نظارہ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ (فتوح العرب فی شروح العرب صفحہ 387، از واقدی)

غزوہ احزاب میں دشمن کے مسلسل حملہ کے باعث ظہر و عصر کی نمازیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ وہی رسولِ خدا جو طائف میں دشمن کے ہاتھوں سے لہولہان ہو کر بھی ان کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں، نماز کے ضائع ہونے پر بے قرار ہو کر فرماتے تھے، خدا ان کو غارت کرے انہوں نے ہمیں نماز سے روک دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اکٹھا کیا اور نمازیں ادا کروائیں۔

(بخاری، کتاب المغازی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز باجماعت کے اہتمام کا اس قدر خیال تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر شہر کے ایک جانب مسجد الحرام سے کافی فاصلے پر قیام کے باوجود آپؐ باقاعدہ تمام نمازوں کی ادائیگی کے لئے حرم تشریف لاتے رہے۔

جنگوں کے دوران خطرے اور خوف کی حالت میں بھی آپؐ نے نماز نہیں چھوڑی بلکہ اس حال میں صحابہ کو اس طرح نماز پڑھائی کہ ایک گروہ دشمن کے سامنے رہا اور دوسرے نے آپؐ کے ساتھ نصف نماز ادا کی۔ پھر پہلے گروہ نے آکر نماز پڑھی۔ یوں آپؐ نے سبق دیا کہ موت کے بڑے سے بڑے خطرے میں بھی نماز ترک نہیں کی جاسکتی۔ یہ رخصت دے دی کہ سواری پر یا پیدل چلتے ہوئے بھی اشارے سے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

(بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ البقرہ)

آخری بیماری میں رسول کریمؐ تپ محرقہ کے باعث شدید بخار میں مبتلا تھے مگر فکر تھی تو نماز کی۔ گھبراہٹ کے عالم میں بار بار پوچھتے، کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ بتایا گیا کہ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ بخار ہلکا کرنے کی خاطر فرمایا کہ میرے اُوپر پانی کے مشکیزے ڈالو۔ تعمیل ارشاد ہوئی مگر پھر غشی طاری ہو گئی۔ ہوش آیا تو پھر پوچھا کہ کیا نماز ہو گئی؟ جب پتہ چلا کہ صحابہ انتظار میں ہیں تو فرمایا ''مجھ پر پانی ڈالو'' جس کی تعمیل کی گئی۔ غسل سے بخار کچھ کم ہوا تو تیسری مرتبہ نماز پر جانے لگے مگر نقاہت کے باعث نیم غشی کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ مسجد تشریف نہ لے جاسکے۔

(بخاری کتاب المغازی)

بخار میں پھر جب ذرا افاقہ ہوا تو اسی بیماری اور نقاہت کے عالم میں دو صحابہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اُن کا سہارا لے کر رسول اللہؐ نماز پڑھنے مسجد گئے۔ حالت یہ تھی کہ کمزوری سے پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے ان کے بائیں پہلو میں امام کی جگہ بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور یوں آخر دم تک خدا کی عبادت کا حق ادا کر کے دکھایا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

دُنیا میں رسول اللہ ﷺ کی آخری خوشی بھی نماز کی ہی خوشی تھی، جب آپؐ نے سوموار کے دن (جس روز دنیا سے کوچ فرمایا) فجر کی نماز کے وقت اپنے حجرے کا پردہ اُٹھا کر دیکھا تو صحابہ محوِ عبادت تھے۔ اپنے غلاموں کو نماز میں دیکھ کر آپؐ کا دل سرور سے بھر گیا۔ خوشی سے چہرے پر تبسم کھیلنے لگا۔

(بخاری، کتاب المغازی)

آپؐ نے سچ ہی تو فرمایا کہ ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے'' ایسے اہتمام سے ادا کی جانے والی نمازیں محبت الٰہی اور خشوع و خضوع سے کیسی بھری ہوئی ہوتی ہوں گی !!

نماز تہجد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باجماعت فرض نمازیں نسبتاً مختصر ہوتی تھیں تا کہ کمزور، بیمار، بچے، بوڑھے اور مسافر کے لئے بوجھ نہ ہو لیکن تنہائی میں آپؐ کی نفل نمازوں کی شان تو بہت نرالی تھی۔ فرماتے تھے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ بدستور اللہ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ محبت الٰہی اور فنافی اللہ کا یہ مقام آپؐ نے حاصل کر کے ہمیں خوبصورت نمونہ دیا۔

تہجد کی نماز رسول اللہ ﷺ کی روح کی غذا تھی۔ فرماتے تھے کہ ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے اور میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے۔ (المعجم الکبیر لطبرانی)

ابتدا میں آپؐ رات کے وقت تیرہ یا گیارہ رکعتیں (بمعہ وتر) ادا فرماتے اور آخری عمر میں کمزوری کے باعث نو رکعتیں پڑھتے رہے۔ اگر کبھی رات کو اتفاقاً آنکھ نہ کھلتی تو دن کے وقت بارہ رکعتیں ادا کر کے اس کی تلافی فرماتے۔ حضرت اُبیؓ بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب دو تہائی رات گزر چکی ہوتی تو آپؐ بآواز بلند فرماتے ''لوگو! خدا کو یاد کرو زلزلہ قیامت آنے والا ہے۔ اس کے پیچھے آنے والی گھڑی سر پر ہے۔ موت اپنے سامان کے ساتھ آپہنچی ہے۔ موت اپنے سامان کے ساتھ آپہنچی ہے۔''

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ)

رات کے وقت آپؐ کی نماز بہت لمبی ہوتی۔ نسبتاً لمبی سورتیں تلاوت کرنا پسند فرماتے۔ حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ کی نماز (تہجد) کی کیفیت پوچھی گئی، آپؐ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا اس کے علاوہ دنوں میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ مگر وہ اتنی لمبی پیاری اور حسین نماز ہوا کرتی تھی کہ اس نماز کی لمبائی اور حسن و خوبی کے متعلق مت پوچھو! یعنی میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے آپؐ کی اس خوبصورت عبادت کا نقشہ کھینچ سکوں (بخاری، کتاب التہجد)

(اسوۂ انسان کامل، صفحہ 83 تا 86)

☆......☆......☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان افروز معجزات و کرامات

(تنویر احمد ناصر، نائب مدیر، اخبار بدر)

انبیا کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معجزات کے ذریعہ اپنے نبیوں کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ کسی نبی کی آہ و زاری نے طوفان بن کر قیامت صغریٰ برپا کر دی تو کسی کے وجود مسعود سے آتش نمرود گل وگلزار ہوگئی۔ کسی کی تیز قوتِ شامہ نے سینکڑوں میل دور سے پیراہن یوسف کی خوشبو محسوس کر لی تو کسی کے نفسِ مسیحائی سے اندھوں کو بینائی، گونگوں کو گویائی، کوڑھیوں کو صحت اور مردوں کو زندگی ملی۔ کسی کو تاویل الاحادیث سے وافر حصہ ملا تو کسی کو منطق الطیر عطا ہوئی۔ کسی کے عصا کی ایک ہی ضرب سے پتھروں سے چشمے اُبلنے لگے اور دریاؤں میں شاہراہیں بن گئیں تو کسی کے لئے سخت لوہا موم ہو گیا۔ لیکن نبی آخر الزمان، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ ایزدی سے عطا ہونے والے معجزات دوسرے تمام انبیاء سے بڑھ کر تھے اور حقیقت یہ ہے کہ:

”حسن یوسفؑ، دم عیسیٰؑ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
لِكُلِّ نَبِيٍّ فِي الْاَنَامِ فَضِيْلَةٌ
وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوْعَةٌ لِمُحَمَّدٍ“

دیگر مخلوقات پر ہر نبی کو ایک نہ ایک فضیلت حاصل ہے لیکن تمام فضائل کا مجموعہ محمد ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

قرآن مجید کا معجزہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ (البقرہ: 100) یعنی اور (اے محمدؐ) ہم نے یقیناً تجھ پر کھلے کھلے نشانات نازل کئے ہیں۔ ان نشانات کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

" مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهُ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِي اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی واول ما نزل)

یعنی ہر نبی کو ایسا معجزہ دیا گیا جس کا مشاہدہ کر کے لوگ اس پر ایمان لاتے رہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا معجزہ وحی (قرآن کریم) کی شکل میں دیا ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین زیادہ ہوں گے۔

قرآن مجید آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا عظیم الشان معجزہ ہے جو رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کو اپنے لانے والے کی صداقت کا یقین دلاتا رہے گا جس کے نتیجہ میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہیں گے اور آنحضور ﷺ کی امت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

جب کفار نے آپؐ کی تکذیب کی اور قرآن مجید کو افتراء قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے مرحلہ وار تین مرتبہ ان (کفار) کو اس کی نظیر پیش کرنے کا چیلنج کیا اور مطالبہ کیا کہ اگر اس کلام الٰہی کی حقانیت میں تمہیں شک ہے تو اس جیسا قرآن، نہیں تو دس سورتیں، یا پھر ایک چھوٹی یا بڑی سورت ہی بنا لاؤ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 89، سورۃ ہود آیت 13 اور سورۃ البقرہ آیت 24) جس پر یہ بلند بانگ ڈینگیں ہانکنے والے ششدر رہ گئے اور باوجود قادر الکلام ہونے کے ایک آیت بھی اس کے مقابل پیش نہ کر سکے۔ قرآن مجید کے نزول سے لے کر اب تک یہ چیلنج موجود ہے لیکن کوئی اس کا مقابلہ کرنے والا آج تک پیدا نہیں ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اعجاز قرآنی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو جو معجزہ عطا فرمایا ہے، وُہ اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم اور اُصولِ تمدن اور اس کی فصاحت و بلاغت کا ہے جس کا مقابلہ کوئی انسان ہرگز نہیں کر سکتا اور ایسا ہی معجزہ غیب کی خبروں اور پیشگوئیوں کا ہے۔ اس زمانہ کا کوئی شعبدہ بازی کا اُستاد ایسا کرنے کا ہرگز دعویٰ نہیں کرتا......لوگوں کی فصاحت اور بلاغت الفاظ کے ماتحت ہوتی ہے اور اس میں سوائے قافیہ بندی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ایک عرب نے لکھا ہے کہ سَافَرْتُ اِلٰى رُوْمٍ وَاَنَا عَلٰى جَمَلٍ مَاتُوْمٍ۔ میں رُوم کو روانہ ہوا اور میں ایک ایسے اُونٹ پر سوار ہوا جس کا پیشاب بندھا۔ یہ الفاظ صرف قافیہ بندی کے واسطے لائے گئے ہیں۔ مگر یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس میں سارے الفاظ ایسے موتی کی طرح پروئے گئے ہیں اور اپنے اپنے مقام پر رکھے گئے ہیں کہ کوئی ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ نہیں رکھا جا سکتا اور کسی کو دُوسرے لفظ سے بدلا نہیں جا سکتا، لیکن باوجود اس کے قافیہ بندی اور فصاحت اور بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 258)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و خوارق کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر ایک قسم کے خوارق اور معجزات حاصل تھے۔ ہم آپ کی شان کیا بیان کریں۔ جس طرف دیکھو، بے شمار معجزات ملیں گے...... ظاہری خوارق مثل شق القمر وغیرہ، دیگر معجزات جن کی تعداد تین ہزار سے بھی زائد ہے۔ معارف اور حقائق کے معجزات سے تو سارا قرآن شریف لبریز ہے جو ہر وقت تازہ اور نئے ہیں اور بلحاظ اخلاقی معجزات کے خود آپؐ کا وجود مقدس اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: 5) کا مصداق ہے۔“ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 51 ایڈیشن 2003 قادیان)

معجزہ شق القمر

”ابھی آپؐ شعب ابی طالب میں ہی تھے کہ شق القمر کا مشہور معجزہ ظاہر ہوا یعنی بعض کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ طلب کیا اور آپ نے اُنہیں چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ دکھایا“

(سیرت خاتم النبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 168)

اس واقعہ کا ذکر قرآن شریف میں ان الفاظ میں ملتا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ○

(سورۃ القمر: 2-5)

یعنی موعود گھڑی قریب آگئی ہے اور چاند پھٹ گیا۔ اگر یہ لوگ کوئی نشان دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک جادو ہے اور ایسا جادو ہوتا ہی چلا آیا ہے۔ انہوں نے ہمارے رسول کی تکذیب کی اور اپنی حرص و آز کے پیچھے پڑے رہے۔ حالانکہ ہر بات کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ بہر حال ہم نے انہیں ایک ایسی خبر پہنچا دی ہے جس میں ان کے لئے ایک تنبیہ اور بیداری کا سامان موجود ہے۔

(ترجمہ بیان کردہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

حدیث میں اس معجزہ کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ: اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ الْقَمَرَ شَقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْا حَرَاءَ بَيْنَهُمَا۔ متفق علیہ (مشکوۃ شریف جلد پنجم، نبوت کی علامتوں کا بیان، حدیث 437)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مکہ کے کافروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ طلب کیا جس پر آپؐ نے انہیں چاند کو دو ٹکڑوں میں دکھایا حتیٰ کہ انہیں چاند کا ایک ٹکڑا حراء پہاڑی کے ایک طرف نظر آتا تھا اور دوسرا دوسری طرف۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس معجزہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

”ثابت شدہ بات یہی ہے کہ چاند حقیقتاً دو ٹکڑے نہیں ہوا بلکہ خدائی تصرف کے ماتحت صرف دیکھنے والوں کو دو ٹکڑوں میں نظر آیا تھا ......لیکن اگر بالفرض اس معجزہ کو اس کی ظاہری صورت میں بھی قبول کیا جائے تو پھر بھی ہرگز جائے اعتراض نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں لا محدود ہیں جن کی معمولی وسعت تک بھی انسان کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔“

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 170)

تھوڑا سا پانی تین سو لوگوں کے وضوء کے لئے کفایت کر گیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا تھا اور لوگوں نے وضو کرنے کے لئے پانی تلاش کیا لیکن پانی نہیں ملا، پھر تھوڑا سا پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لئے لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پانی سے وضو کرنے کا حکم فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے بہہ رہا ہے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے وضو کیا یہاں تک کہ ان میں سے جو سب سے آخر میں تھا اس نے بھی وضو کیا۔ (صحیح مسلم جلد ۳ تیسرا پارہ حدیث نمبر:۵۹۲۷)

مسلم کی ہی ایک اور حدیث میں حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ! صحابہ کرام کتنی تعداد میں تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا صحابہ کرامؓ اس وقت تقریباً تین سو کی تعداد میں تھے۔

کچھ جَو اور ایک میمنہ ایک ہزار لوگوں کے لئے کفایت کر گیا

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ احزاب میں ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت سی چٹان سامنے آگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ایک بڑی سخت چٹان آگئی ہے جو ٹوٹتی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں ابھی آرہا ہوں پھر آپ اُٹھے آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ تین دن سے آپؐ نے اور ہم نے کچھ نہ کھایا تھا۔ آپؐ نے کدال لی اور پتھر پر ماری وہ سخت پتھر ریت کے ٹیلے کی مانند ریزہ ریزہ ہوگیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے گھر جاکر کچھ کھانے کا بندوبست کروں۔ چنانچہ آپؐ نے اجازت دے دی۔ میں نے گھر آکر بیوی سے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حالت دیکھی ہے کہ اس پر میں صبر نہیں کرسکا۔ کیا کچھ کھانے کو ہے؟ میری بیوی نے جواب دیا۔ کچھ جَو ہیں اور یہ میمنہ ہے۔ چنانچہ میں نے اسے ذبح کیا اور میری بیوی نے جَو پیسے، آٹا گوندھا اور ہانڈی چولہے پر چڑھادی۔ جب آٹا روٹی پکانے کے قابل ہوگیا اور ہانڈی چولہے پر پکنے کے قریب ہوگئی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپؐ ایک دو آدمی ساتھ لے کر تشریف لے آئیں، کچھ کھانا تیار کیا ہے۔

آپؐ نے پوچھا کتنا کھانا ہے؟ میں نے آپؐ کو تفصیل بتائی۔ آپؐ نے فرمایا بہت ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اپنی بیوی کو جاکر کہو کہ وہ نہ چولہے سے ہنڈیا اتارے اور نہ تنور سے روٹی نکالے۔ پھر آپؐ نے مہاجرین اور انصار کو کہا چلو، جاکر کھانا کھا آئیں۔ جب مجھے اس کا علم ہوا بہت گھبرایا اور اپنی بیوی سے کہا خدا تیرا بھلا کرے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو مہاجر اور انصار سب آگئے ہیں۔ اب کیا بنے گا۔ میری بیوی نے پوچھا کیا حضورؐ نے تجھ سے کھانے کی تفصیل پوچھی تھی؟ میں نے کہا ہاں، سب کچھ بتادیا تھا۔ اس نے کہا کہ پھر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بہرحال حضورؐ نے لوگوں کو کہا اندر آجاؤ لیکن رش نہ کرنا۔ پھر آپؐ نے کچھ روٹی توڑی اور اس پر سالن ڈالا اور ہنڈیا اور تنور کو بھی ڈھانپ دیا۔ آپؐ اس سے کچھ کھانا لیتے اور اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھتے اس طرح آپؐ روٹی توڑ توڑ کر اس پر سالن ڈالتے گئے اور لوگوں کو کھلاتے گئے یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے اور ابھی کافی کھانا بچا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم خود بھی کھاؤ اور بطور تحفہ دوسروں کو بھی بھیجو کیونکہ بھوک نے لوگوں کو ستا رکھا ہے۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ ہزار کے قریب لوگ تھے جنہوں نے کھانا کھایا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق، صحیح مسلم جلد 5 بَابُ جَوَازِ اِسْتِتْبَاعِهٖ غَيْرَهٗ ص 271)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اُونٹ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن قضائے حاجت کے لئے ایک انصاری کے باغیچے میں گئے تو ایک اونٹ حضورؐ کو دیکھ کر بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے حضورؐ اس کے پاس گئے اور اس کے سر اور گدی پر ہاتھ پھیرا۔ اس پر اونٹ خاموش ہوگیا۔ پھر حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نے آکر بتایا کہ حضورؐ یہ میرا اونٹ ہے۔ حضورؐ نے اس سے کہا۔ کیا تمہیں خوفِ خدا نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس اونٹ کا مالک بنایا ہے اور یہ شکایت کر رہا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور کام مشقت کا لیتے ہو یعنی زیادہ بوجھ لادتے ہو۔ (سنن اَبی داود کتاب الجھاد بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهٖ مِنَ الْقِيَامِ عَلَى الْاَدَابِ حدیث نمبر 2549)

کھجوروں کے ڈھیر میں غیر معمولی برکت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد یہودیوں کے قرضدار تھے اور جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے والد نے اپنے اوپر قرض چھوڑ کر وفات پائی ہے اور کھجوروں کے سوا میرے پاس قرض ادا کرنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ صرف کھجوروں کی پیداوار سے کئی برس تک یہ قرض ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے باغ میں تشریف لے چلیں تا کہ آپ کے ادب سے یہودی اپنا قرض وصول کرنے میں مجھ پر سختی نہ کریں۔ چنانچہ آپ باغ میں تشریف لائے اور کھجوروں کا جو ڈھیر لگا ہوا تھا اس کے گرد چکر لگا کر دعا فرمائی اور خود کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ آپ کے معجزانہ تصرف اور دعا کی تاثیر سے ان کھجوروں میں اس قدر برکت ہوئی کہ تمام قرض ادا ہو گیا اور جس قدر کھجوریں قرضداروں کو دی گئیں اتنی ہی بچ رہیں۔

(بخاری جلد 2 صفحہ ۵۰۵ علامات النبوۃ)

حضرت ابوہریرہؓ کا متبرک توشہ دان

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں آنحضورؐ کی خدمت میں کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے دعائے برکت فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ تم ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور تم جب چاہو ہاتھ ڈال کر اس میں سے نکالتے رہو لیکن کبھی توشہ دان جھاڑ کر بالکل خالی نہ کر دینا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ تیس برس تک ان کھجوروں کو کھاتے اور کھلاتے رہے بلکہ کئی من اس میں سے خیرات بھی کر چکے مگر وہ ختم نہ ہوئیں۔

حضرت ابوہریرہؓ ہمیشہ اس تھیلی کو اپنی کمر سے باندھے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ تھیلی ان کی کمر سے کٹ کر کہیں گر گئی۔ (مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۴۲ باب المعجزات، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ مناقب ابوہریرہ)

اس تھیلی کے ضائع ہونے کا حضرت ابوہریرہؓ کو عمر بھر صدمہ اور افسوس رہا۔ چنانچہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن نہایت رقت انگیز اور درد بھرے لہجہ میں یہ شعر پڑھتے ہوئے چلتے پھرتے تھے کہ:

هَمٌّ الْجِرَابِ وَهَمُّ الشَّيْخِ عُثْمَانَا
لِلنَّاسِ هَمٌّ وَ لِيْ هَمَّانِ بَيْنَهُمْ

(مرقاۃ شرح مشکوۃ)

لوگوں کے لئے ایک غم ہے اور میرے لئے دو غم ہیں ایک تھیلی کا غم دوسرے شیخ عثمان رضی اللہ عنہ کا غم۔

آشوب چشم سے شفا

غزوہ خیبر میں جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کا جھنڈا عطا فرمانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت سے پتا چلتا ہے کہ یہ آشوب چشم اتنا سخت تھا کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرما دی تو وہ فوراً ہی شفاء یاب ہو گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں اور وہ اسی وقت جھنڈا لے کر روانہ ہو گئے اور جوش جہاد میں بھرے ہوئے انتہائی جانبازی کے ساتھ جنگ کی اور خیبر کا قلعہ ان کے ہاتھوں اسی دن فتح ہو گیا۔

(بخاری جلد اصفحہ ۵۲۵ مناقب علی بن ابی طالب)

ٹوٹی ہوئی ٹانگ درست ہوگئی

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ جب ابورافع یہودی کو قتل کر کے واپس آنے لگے تو اس کے کوٹھے کے زینے سے گر پڑے جس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور ان کے ساتھی ان کو اٹھا کر آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زبان

سے ابورافع کے قتل کا سارا واقعہ سنا پھر ان کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیا تو وہ فوراً اچھی ہوگئی اور یہ معلوم ہونے لگا کہ ان کی ٹانگ میں کبھی کوئی چوٹ لگی ہی نہ تھی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۷۷ باب قتل ابی رافع)

اُم مالک کا کُپّہ

حضرت اُم مالک رضی اللہ عنہا کے پاس ایک کپہ تھا جس میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ میں گھی بھیجا کرتی تھیں۔اس کپے میں اتنی عظیم برکتوں کا ظہور ہوا کہ جب بھی اُم مالک رضی اللہ عنہا کے بیٹے سالن مانگتے تھے اور گھر میں کوئی سالن نہیں ہوتا تھا تو وہ اس کپے میں سے گھی نکال کر اپنے بیٹوں کو دے دیا کرتی تھیں۔ایک مدت دراز تک وہ ہمیشہ اس کپے میں سے گھی نکال نکال کر اپنے گھر کا سالن بنایا کرتی تھیں۔ایک دن انہوں نے اس کپے کو نچوڑ کر بالکل ہی خالی کر دیا۔جب آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کپے کو نچوڑ ڈالا؟ انہوں نے کہا کہ "جی ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس کپے کو نہ نچوڑتیں اور یوں ہی چھوڑ دیتیں تو ہمیشہ اس میں سے گھی نکلتا ہی رہتا۔اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔(مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۴۷ باب المعجزات)

بابرکت پیالہ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ بھر کر کھانا تھا۔ہم لوگ دس دس آدمی باری باری صبح سے شام تک اس پیالہ میں سے لگاتار کھاتے رہے۔لوگوں نے پوچھا کہ ایک ہی پیالہ تو کھانا تھا تو وہ کہاں سے بڑھتا رہتا تھا؟ تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "وہاں سے" (ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۳ باب ماجاء فی آیات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

تھوڑا توشہ عظیم برکت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو اشخاص کی جماعت کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھوک سے بے تاب ہو کر سواری کی اونٹنیوں کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ تمام لشکر والے اپنا اپنا توشہ ایک دسترخوان پر جمع کریں۔چنانچہ جس کے پاس جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا تو تمام سامان اتنی جگہ میں آ گیا جس پر ایک بکری بیٹھ سکتی تھی لیکن چودہ سو آدمیوں نے اس میں سے شکم سیر ہو کر کھا بھی لیا اور اپنے اپنے توشہ دانوں کو بھی بھر لیا کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مانگا۔ایک صحابی ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیالہ میں انڈیل دیا اور اپنا دستِ مبارک اس میں ڈال دیا تو چودہ سو آدمیوں نے اس سے وضو کیا۔
(مسلم جلد ۲ صفحہ ۸۱ باب استحباب خلط الازواد)

برکت والی کلیجی

ایک سفر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سو تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمراہ تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس کھانے کا سامان ہے؟ یہ سن کر ایک شخص ایک صاع آٹا لایا اور وہ گوندھا گیا پھر ایک بہت تندرست لمبا چوڑا کافر بکریاں ہانکتا ہوا آپ کے پاس آیا۔آپ نے اس سے ایک بکری خریدی اور ذبح کرنے کے بعد اس کی کلیجی کو بھوننے کا حکم دیا پھر ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر ایک کا اس کلیجی میں سے ایک ایک بوٹی کاٹ کر حصہ لگایا، اگر وہ حاضر تھا تو اس کو عطا فرما دیا اور اگر وہ غائب تھا تو اس کا حصہ چھپا کر رکھ دیا، جب گوشت تیار ہوا تو اس میں سے دو پیالہ بھر کر الگ رکھ دیا پھر باقی گوشت اور ایک صاع آٹے کی روٹی سے ایک سو تیس آدمیوں کی جماعت شکم سیر کھا کر آسودہ ہو گئی اور دو پیالہ بھر کر گوشت فاضل بچ گیا جس کو اونٹ پر لاد لیا گیا۔
(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۱ باب من اکل حتی شبع)

حضرت ابوہریرہ اور ایک پیالہ دودھ

ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک سے نڈھال ہو کر راستے میں بیٹھ گئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سامنے سے گزرے تو ان سے انہوں نے قرآن کی ایک آیت کو دریافت کیا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ مجھے اپنے گھر لے جا کر کچھ کھلائیں گے مگر انہوں نے راستہ چلتے ہوئے آیت بتا دی اور چلے گئے۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس راستہ سے نکلے ان سے بھی انہوں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا غرض وہی تھی کہ وہ کچھ کھلا دیں گے مگر وہ بھی آیت کا مطلب بتا کر چل دیئے۔اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوہریرہؓ کے چہرہ کو دیکھ کر اپنی خداداد بصیرت سے جان لیا کہ "یہ بھوکے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکارا، انہوں نے جواب دیا اور ساتھ ہو لئے جب آپؐ گھر پہنچے تو دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ دیکھا گھر والوں نے آپؐ کو اس شخص کا نام بتلایا جس نے دودھ کا یہ ہدیہ بھیجا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا کہ جاؤ اور تمام اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔حضرت ابوہریرہؓ اپنے دل میں سوچنے لگے کہ ایک ہی پیالہ تو دودھ ہے اس دودھ کا سب سے زیادہ حق دار تو میں تھا اگر مجھے مل جاتا تو مجھ کو بھوک کی تکلیف سے کچھ راحت مل جاتی۔اب دیکھئے اصحاب صفہ کے آ جانے کے بعد بھلا اس میں سے کچھ مجھے ملتا ہے یا نہیں؟ ان کے دل میں یہی خیالات چکر لگا رہے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔لہٰذا وہ اصحاب صفہ کو بلا کر لے آئے۔یہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ ایک قطار میں بیٹھ گئے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا کہ "تم خود ہی ان سب لوگوں کو یہ دودھ پلاؤ" چنانچہ انہوں نے سب کو پلانا شروع کر دیا جب سب کے سب پی کر سیراب ہو گئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ رحمت میں یہ پیالہ لے لیا اور حضرت ابوہریرہؓ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اب صرف ہم اور تم باقی رہ گئے ہیں آؤ بیٹھو اور تم پینا شروع کر دو۔انہوں نے پیٹ بھر دودھ پی کر پیالہ رکھنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اور پیو" چنانچہ انہوں نے پھر پیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ "اور پیو اور پیو" یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب میرے پیٹ میں بالکل ہی گنجائش نہیں رہی۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جتنا دودھ بچ گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر پی لیا۔(بخاری جلد ۲ ص ۹۵۵ تا ص ۹۵۶ باب کیف کان عیش النبی)

قبولیت دعا کا معجزہ

قریش پر قحط کا عذاب

جب کفار قریش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بے پناہ مظالم ڈھانے لگے جو ضبط و برداشت سے باہر تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان شریروں کی سرکشی کا علاج کرنے کے لیے ان لوگوں کے حق میں قحط کی دعا فرمادی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر قحط کا ایسا عذاب شدید بھیجا کہ اہل مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ بھوک سے بے تاب ہو کر مردار جانوروں کی ہڈیاں اور سوکھے چمڑے اُبال اُبال کر کھانے لگے۔بالآخر اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور ان کے حضور میں اپنی فریاد پیش کریں۔چنانچہ ابوسفیان بحالت کفر چند رؤسائے قریش کو ساتھ لے کر آپ کے آستانہ رحمت پر حاضر ہوا اور گڑگڑا کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہاری قوم برباد ہو گئی، خدا سے دعا کرو کہ یہ قحط کا عذاب ٹل جائے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بے قراری اور گریہ وزاری پر رحم آ گیا۔چنانچہ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے فوراً ہی آپ کی دعا مقبول ہوئی اور اس قدر زوردار بارش ہوئی کہ سارا عرب سیراب ہو گیا اور اہل مکہ کو قحط کے عذاب سے نجات ملی۔
(بخاری جلد ا ص ۱۳۷ ابواب الاستسقاء و بخاری جلد ۲ ص ۷۱۴ تفسیر سورہ دخان)

سردارانِ قریش کی ہلاکت

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحن حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کفار قریش کے چند سرکش شریروں نے بحالت نماز آپ کی مقدس گردن پر ایک اونٹ کی اوجھڑی لا کر ڈال دی اور خوب زور زور سے ہنسنے لگے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آ کر اس اوجھڑی کو آپ کی پشت اطہر سے اٹھایا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے سر اٹھایا تو ان شریروں کا نام لے لے کر نام بنام یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! تو ان سبھوں کو اپنی گرفت میں پکڑ لے۔چنانچہ یہ سب کے سب جنگِ بدر میں انتہائی ذلت کے ساتھ قتل ہو کر ہلاک ہو گئے۔(بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۶۵ غزوہ بدر)

یہ چند معجزاتِ نبوی مُشتے از خروارے کے طور پر درج کئے گئے۔حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پوری حیاتِ مبارکہ معجزات سے عبارت ہے۔

☆......☆......☆

مَیں ہمیشہ
تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں
کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے
(ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس
عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں
ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں
افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا
وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُسکو دنیا میں لایا

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی اُن کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے اُن کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ اُن کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر اُن کے لئے نشان ظاہر کئے کہ اُنکو خدا دکھلا دیا اور اُن میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ اُنہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمّت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ اُن کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیا اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سر چشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 118 تا 119)

★...★...★

نعت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

(مولانا ظفر محمد ظفر صاحب مرحوم)

آؤ درود پڑھ کے کریں اس نبی کی بات
ہے جس کی ذات باعثِ تخلیقِ کائنات

جس کی ضیا سے چھٹ گئیں تاریکیاں تمام
روئے زمیں پہ چھا گئیں جس کی تجلیات

انساں بھٹک رہا تھا کوئی راہبر نہ تھا
چھائی ہوئی تھی جہل کی کالی سیاہ رات

اِکراہ و جبر و جور کا دنیا میں دَور تھا
تھا بے بسوں پہ تنگ ہؤا عرصۂ حیات

اہلِ جہاں تھے حق و صداقت سے بے خبر
ہر شخص تھا اسیرِ طلسمِ توہمات

تھا مال و زر ہی باعثِ اکرام و افتخار
سنتا نہ تھا غریب کی کوئی جہاں میں بات

آئے جو آنحضورؐ تو حل ہو گئیں تمام
انسانیت کی راہ میں جتنی تھیں مشکلات

لاکھوں دلوں کو لُوٹ لیا اک نگاہ میں
میرے رسولِؐ پاک کے کیا کیا ہیں معجزات

کیا کم یہ معجزہ ہے کہ خانہ بدوش قوم
اُٹھ کر جہاں کو دے گئی درسِ الٰہیات

مُنکر ہے گو زبان مگر مانتے ہیں دل
دامن ہے مصطفیٰؐ کا فقط دامنِ نجات

بادِ بہار بن کے وہ آئے جہان میں
سُوکھے چمن کا ہو گیا سر سبز پات پات

ایسا دیا بشر کو مساوات کا سبق
باقی رہی دلوں میں نہ تفریقِ ذات پات

ختم الرُسُلؐ ہمارے سراجِ مُنیر ہیں
روشن انہیں کے نور سے ہے ہر نبی کی ذات

دل جھومے کیوں نہ سُن کے اذاں دن میں پانچ بار
اُٹھتی ہے گونج نامِ محمدؐ کی شش جہات

سنتے بھی ہو ظفرؔ کہ اذانِ سحر ہوئی
حَیَّ عَلَی الْفَلَاح و حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ

(روزنامہ الفضل 26 فروری 1979ء صفحہ 2)

......☆......☆......☆......

آنحضرت ﷺ کے زرّیں ارشادات واحکامات احادیث مبارکہ کی روشنی میں

(صدیق اشرف علی، موگرال، کیرلہ)

سیدالانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے۔ آپ نے بنی نوع انسان کے لئے مشکل سے مشکل راہوں کو آسان سے آسان تر بنادیا اور انکا ہاتھ پکڑ کر کشاں کشاں اپنے رب کی چوکھٹ تک پہنچادیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ''میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کردیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہوکر خدا کی طرف جھک جاتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۶۷)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
(درثمین)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسلؑ کے حاصل ہوسکیں۔ کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی ﷺ کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۸)

آنحضرت ﷺ کے زرّیں ارشادات واحکامات میں سے چند احادیث قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

ایمان کی حلاوت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تین باتیں ہیں جس میں وہ ہوں وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو محسوس کریگا۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول باقی تمام چیزوں سے اسے زیادہ محبوب ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کرے اور تیسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کفر سے نکل آنے کے بعد پھر کفر میں لوٹ آنے کو اتنا ناپسند کرے جتنا کہ وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔

(بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان)

اشراق کی نماز

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''تمہارے جسم کا ہر حصہ نیکی اور صدقہ میں شامل ہوسکتا ہے۔ ہر تسبیح صدقہ ہے۔ الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ لاالہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ تکبیر کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اور ضحیٰ کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا ان سب نیکیوں کے برابر ہے۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب صلوٰۃ ضحیٰ)

فراخی کے وقت کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سختی اور تنگی کے وقت اسکی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ فراخی اور آرام کے وقت بکثرت دعا کرے۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

درود شریف کا جواب

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کیلئے اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دیگا تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

(ابوداؤد کتاب المناسک)

تقویٰ اور قناعت

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوھریرہ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کر، تو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائیگا۔ قناعت اختیار کر، تو سب سے بڑا شکر گزار ہوگا۔ جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی تو دوسروں کیلئے پسند کر تو صحیح مومن بن جائے گا۔ جو تیرے پڑوس میں بستا ہے ان سے اچھے پڑوسیوں کا سلوک کیا کر تو تُو حقیقی مسلم بن جائے گا۔ کم ہنسا کرو کیوں کہ بہت زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد باب الورع والتقویٰ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے سے اس کے ظن کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے بارے میں سوچتا ہے۔ جہاں بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے یا میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنا خوش وہ شخص بھی نہیں ہوتا جسے جنگل بیابان میں اپنی گمشدہ اونٹنی مل جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

(مسلم کتاب التوبہ۔ باب الحض علی التوبہ)

توبہ کی علامت ندامت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو گناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (یعنی گناہ کے محرکات اسے بدی کی طرف مائل نہیں کرسکتے) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' عرض کیا گیا یا رسول اللہ توبہ کی علامت کیا ہے آپ نے فرمایا ندامت اور پشیمانی توبہ کی علامت ہے۔

(الدرالمنثور صفحہ ۲۶۱)

علم اور حکمت حاصل کرنے کی ترغیب

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حکمت اور دانائی کی بات مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے۔ جہاں کہیں وہ اسکو پاتا ہے وہ اس کو اپنانے اور قبول کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔

(ابن ماجہ ابواب الزھد باب الحکمۃ)

فضیلت علم

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص علم کی تلاش میں نکلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردیتا ہے۔ اور فرشتے طالب علم کے کام پر خوش ہوکر اپنے پر اس کے آگے پھیلا دیتے ہیں اور عالم کیلئے زمین وآسمان میں رہنے والے بخشش مانگتے ہیں۔ یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے حق میں دعا کرتی ہیں عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چاند کی دوسرے ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء روپیہ پیسہ ورثہ میں نہیں چھوڑ جاتے بلکہ ان کا ورثہ علم وعرفان ہے۔ جو شخص علم حاصل کرتا ہے۔ وہ بہت بڑا ورثہ اور خیر کثیر حاصل کرتا ہے۔

(ترمذی کتاب العلم باب فضل الفقہ)

نفع بخش علم

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے 'اے میرے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو بے فائدہ ہو، اس دل سے جس میں تیرا خشوع نہیں، اس نفس سے جو سیر نہیں ہوتا اور اس دعا سے جو قبول نہیں کی جاتی۔ (مسلم کتاب الذکر)

علم سمجھ اور تقویٰ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحیح اور حقیقی فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونے دیتا اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا جواز بھی مہیا نہیں کرتا اور نہ ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے بے خوف بناتا ہے، قرآن کریم سے انکی توجہ ہٹا کر کسی اور کی طرف انہیں راغب کرنیکی کوشش نہیں کرتا۔ یاد رکھو علم کے بغیر عبادت میں کوئی بھلائی نہیں۔ اور سمجھ کے بغیر علم کا دعویٰ درست نہیں۔ تدبر اور غور وفکر کے بغیر محض قرأت کا کچھ فائدہ نہیں۔ (سنن الدارمی باب من قال العلم الخشیۃ وتقویٰ اللہ)

مومن کی مثال

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مؤمنوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے رحم کرنے اور ایک دوسرے سے مہربانی سے پیش آنے میں ایک جسم کی مانند ہے جسم کا ایک حصہ اگر بیمار ہو تو اسکی وجہ سے سارا جسم بے چین اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
(مسلم کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین)

مُہاجر کون ہے؟

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (بخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون)

جو شخص کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے۔ جو شخص کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن پردہ پوشی کریگا۔
(بخاری کتاب المظالم)

مسلمان کی تعریف

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول نے لے لی ہے۔ پس اللہ کی ذمہ داری کی بے حرمتی نہ کرو اسے بے اثر نہ بناؤ اور اسکا وقار نہ گراؤ۔ (بخاری کتاب الصلوۃ باب فضل استقبال القبلہ)

سب سے مقدم نماز ہے

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور اس نے نجات پالی۔ اگر یہ حساب خراب ہوا تو وہ ناکام ہو گیا۔ اور گھاٹے میں رہا۔ اگر اس کے فرضوں میں کوئی کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا دیکھو میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں اگر نوافل ہوئے تو فرضوں کی کمی ان نوافل کے ذریعہ پوری کی جائیگی اسی طرح اس کے باقی اعمال کا حساب کیا جائیگا۔
(ترمذی کتاب الصلوۃ)

مسواک کی اہمیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک (برش) کرنے میں منہ کی پاکیزگی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے۔
(نسائی باب الترغیب فی السواک)

وضو کرنے کے فائدے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے۔ اس کے قصور اسکے جسم سے یہاں تک کہ ناخنوں کے اندر سے بھی نکل جاتے ہیں۔
(مسلم کتاب الطہارۃ)

فرض نماز کے بعد کی دعا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ خدا تعالیٰ کی قسم مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ دعا کرنا نہ چھوڑنا اَللّٰھُمَّ أَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ یعنی اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کرتا رہوں تیرا شکر کروں اور عمدگی سے تیری عبادت بجالاؤں۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

تراویح کی نماز کی تعداد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رمضان یا رمضان کے علاوہ پچھلی رات میں تہجد کے وقت گیارہ رکعت سے زیادہ نفلی نماز نہیں پڑھتے تھے۔
(بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان)

نماز تہجد کی فضیلت اور فوائد

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں نماز تہجد کا التزام کرنا چاہئے کیوں کہ یہ گزشتہ صالحین کا طریقہ رہا ہے اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یہ عادت گناہ سے روکتی ہے اور برائیوں کو ختم کرتی ہے اور جسمانی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

جمعہ کے روز درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دنوں میں بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ اس دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجا کرو کیونکہ اس دن تمہارا یہ درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔
(ابوداؤد کتاب الصلوۃ ابواب الجمعہ)

نیک باتوں کی ترغیب دینے والا

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نیک باتوں کی ترغیب دینے والا ان پر عمل کرنے والے کی طرح ہی ہوتا ہے۔ (مسند احمد کتاب الادب)

لوگوں کو خوش خبری دو

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگوں کیلئے آسانی مہیا کرو ان کیلئے مشکل پیدا نہ کرو۔ خوشخبری دو انکو مایوس نہ کرو۔ (مسلم کتاب الجھاد)

نیک عورت کی فضیلت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا تو متاع زندگی ہے اور نیک عورت سے بڑھکر کوئی سامان زیست نہیں۔
(ابن ماجہ ابواب النکاح باب افضل النساء)

بہترین عورت

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسی عورت بطور رفیقہ حیات بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جس کی طرف دیکھنے سے طبیعت خوش ہو۔ مرد جس کام کے کرنے کے لئے کہے اسے بجالائے اور جس بات کو اس کا خاوند ناپسند کرے اس سے بچے۔
(بیہقی فی شعب الایمان)

بہترین مرد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اھل وعیال سے حسن سلوک کے لحاظ سے بہتر ہے اور میں تم سب میں اپنے اہل وعیال سے حسنِ سلوک میں سب سے بہتر ہوں۔ عربی الفاظ یوں ہیں۔
خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِهٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ۔

بہترین مؤمن

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مؤمنوں میں ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرتا ہو۔
(ترمذی کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی زوجھا بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ ۴۰۰)

بہترین جوڑی

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اٹھے نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے تاکہ وہ اٹھ کھڑی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ رحم کرے اس عورت پر جو رات کو اٹھی، نماز پڑھی اور اپنے میاں کو جگایا اگر اس نے اٹھنے میں پس وپیش کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا تاکہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔
(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب قیام الیل)

اولاد کی عزت کرو

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور انکی اچھی تربیت کرو۔
(ابن ماجہ ابواب الادب باب البر الوالد)

اولاد سے شفقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھکر شکل وصورت چال ڈھال اور گفتگو میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کسی اور کو نہیں دیکھا فاطمہؓ جب حضورؐ سے ملنے کیلئے آتیں تو حضورؐ ان کیلئے کھڑے ہو جاتے۔ انکے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضورؐ ملنے کیلئے فاطمہؓ کے یہاں تشریف لیجاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ حضور کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنی خاص بیٹھنے کی جگہ پر حضورؐ کو بٹھاتیں۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

والدہ کی عظمت

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں

سے میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے۔آپ نے فرمایا تیری ماں پھر اس نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا تیری ماں ۔ اس نے چوتھی بار پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا ماں کے بعد تیرا باپ تیرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

(بخاری کتاب الادب بحسن الصحبة)

والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے جبکہ اسکا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔

(کتاب البر والصلۃ)

والدین اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو کہ اسکی عمر لمبی ہو اور رزق میں فراوانی ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔(مسند احمد صفحہ ۲۶۶)

مشاورت کی اہمیت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔یعنی مشورہ میں دیانتداری اور خلوص ہونا چاہئے۔

(ترمذی ابواب الاستیذان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے بڑھکر کسی اور کو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا(یعنی اہم معاملات میں آپ صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے)

(ترمذی باب ماجاء فی المشورۃ)

حضرت ابن الغنم الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے (ایک بار) حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ سے فرمایا جب تم دونوں کوئی متفقہ مشورہ دیتے ہو تو پھر میں اس کے خلاف نہیں کرتا ۔یعنی متفقہ مشورہ کی قدر کرتا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل ۲۲۷)

معاشرت کے آداب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے صاحب فہم اور بڑی عمر والے افراد مجھ سے قریب رہا کریں پھر درجہ بدرجہ عمر اور فہم والے افراد ۔دیکھو آپس میں بغض کینہ اور اختلافات نہ کرنا ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف ہو جائیگا ۔اور بازاروں میں شور وغوغا کرنے سے بچو۔(ترمذی کتاب الصلوۃ)

درخت لگانے کی ترغیب

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسلمان درخت لگائے یا کھیتی کرے اور اس کے لگائے ہوئے درخت یا کھیتی کی پیداوار سے انسان پرندے یا جانور کھائیں تو اس درخت لگانے یا کھیتی کرنے والے شخص کی طرف سے صدقہ ہے۔

(ترمذی ابواب الاحکام باب فی الغرس)

پڑوسیوں سے حسن سلوک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جبریل ہمیشہ مجھے پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید کرتا آرہا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں وہ پڑوسی کو وارث ہی نہ بنا دے۔

(بخاری کتاب الادب۔باب الوصایا بالجار)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں سے وہ ساتھی اچھا ہے جو اپنے ساتھی کیلئے اچھا ہو اور پڑوسیوں میں وہ پڑوسی بہترین ہے جو اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔

(ترمذی ابواب البر والصلۃ)

صفائی ایمان کا حصہ ہے

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت و پاکیزگی اور صاف ستھرا رہنا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

(مسلم کتاب الطہارۃ)

حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ نجات اور بچاؤ کی بہترین راہ کیا ہے۔آپؐ نے فرمایا اپنی زبان کو روک کے رکھو۔ اپنا گھر مہمانوں کیلئے کھلا رکھو۔اور اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر خدا کے حضور رویا کرو۔

(ترمذی ابواب الزہد باب مافی حفظ اللسان)

عمدہ شعر منع نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شعر کے اچھے یا برے ہونے کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا شعر ایک انداز کلام ہے جو اشعار عمدہ اور پاکیزہ مضامین پر مشتمل ہیں وہ اچھے ہیں اور جو اشعار فحش مطالب کے حامل ہیں وہ برے ہیں۔

(مشکوۃ باب البیان والشعر)

حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے السلام علیکم کہا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو دس گنا ثواب ملا ہے۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حضورؐ نے سلام کا جواب دیا۔جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا اس کو بیس گنا ثواب ملا ہے۔پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا،آپؐ نے انہی الفاظ میں اسکو جواب دیا جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا اس شخص کو تیس گنا ثواب ملا ہے۔

(ترمذی ابواب فی فضل السلام)

غیر مسلموں کو سلام کہنا جائز ہے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین، بت پرست، یہود سب ملے جلے بیٹھے تھے آپ نے ان سب کو السلام علیکم کہا۔

(بخاری باب التسلیم)

اچھے دوست

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے(یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے)اس لئے اسے غور کرنا چاہئے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

مہمان کا احترام

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سنت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان مہمان کے اعزاز وتکریم کے ارادہ سے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے کیلئے جائے۔ (ابن ماجہ باب ضیافۃ)

کفایت وبرکت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور تین کا کھانا چار کیلئے ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک آدمی کا کھانا دو کیلئے اور دو کا چار کیلئے اور چار کا آٹھ کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔(مسلم کتاب الطعام)

معمولی نیکی کی بھی قدر کرو

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی نیکی ہے ۔(مسلم کتاب البر باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ حضورؐ کچھ لوگ جو کفر سے نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں ہمارے پاس گوشت لیکر آتے ہیں اور ہمیں علم نہیں کہ انہوں نے جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی بھی یا نہیں کیا ہم وہ گوشت کھا سکتے ہیں ۔آپؐ نے فرمایا تم خود اس پر بسم اللہ پڑھ لو اور کھا لو۔

(بخاری کتاب التوحید)

☆......☆......☆

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی سیرت مبارکہ اور اولاد کا مختصر ذکر

(شیخ مجاہد احمد شاستری، ایڈیٹر اخبار بدر ہندی)

حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کل 13 شادیاں کیں اس طرح 13 مقدس ومطہر عورتوں کو ازواج النبی ﷺ کا مقدس لقب حاصل ہوا اور وہ ام المومنین یعنی مومنین کی مائیں کہلائیں۔ ان میں سے صرف حضرت عائشہؓ کنواری تھیں، باقی سب بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلا نکاح 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے کیا۔ جب نبی اکرم ﷺ کی عمر 50 سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد 50 سے 60 سال تک کی عمر کے درمیان آپ ﷺ نے بعض دینی اغراض کے پیش نظر چند اور نکاح کئے۔

ازواج مطہرات کی مختصر سیرت وتذکرہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے پہلی رفیقۂ حیات ہیں۔ ان کے والد کا نام خویلد بن اسد اور ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ یہ خاندان قریش کی بہت ہی معزز اور نہایت ہی دولت مند خاتون تھیں۔ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی بنا پر انکو ''طاہرہ'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات اور جمالِ صورت وکمال سیرت کو دیکھ کر خود ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت ظاہر کی اور پھر باقاعدہ نکاح ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سب سے پہلے آپ ایمان لائیں اور ابتداء اسلام میں جس استقلال اور استقامت کے ساتھ خطرات ومصائب کا مقابلہ کیا اور جس طرح تن من دھن سے بارگاہ نبوت میں اپنی قربانی پیش کی اس خصوصیت میں تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر ان کو ایک خصوصی فضیلت حاصل ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 25 سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری سے سرفراز رہیں، ہجرت سے تین برس قبل 65 برس کی عمر پا کر ماہ رمضان میں مکہ معظّمہ کے اندر انہوں نے وفات پائی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان حجون (جنت المعلیٰ) میں خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک فرمایا۔ (زرقانی)

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ کے والد کا نام ''زمعہ'' اور والدہ کا نام شموس بنت قیس بن عمرو ہے۔ یہ پہلے اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے بیاہی گئی تھیں۔ یہ میاں بیوی دونوں ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور ان دونوں نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی، لیکن جب حبشہ سے واپس آ کر یہ دونوں میاں بیوی مکہ مکرمہ آئے تو ان کے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہو گئیں ان کے ایک لڑکا بھی تھا جن کا نام ''عبدالرحمن'' تھا۔

(زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۷)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے ہر وقت بہت زیادہ مغموم اور اداس رہا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیں تا کہ آپ کا خانہ معیشت آباد ہو جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس مخلصانہ مشورہ کو قبول فرما لیا اور حضرت سودہؓ سے نکاح کر لیا اور یہ اُمہات المؤمنین کے زمرے میں داخل ہو گئیں۔ آپ کی وفات 25 ہجری میں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نورِ نظر اور دختر نیک اختر ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ''اُم رُومان'' ہے۔ ازواج مطہرات میں یہی کنواری تھیں اور سب سے زیادہ بارگاہ نبوت میں محبوب ترین بیوی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی مگر حضرت عائشہ جب میرے ساتھ سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی الٰہی اترتی رہتی ہے۔ (بخاری)

۱۷ رمضان شب سہ شنبہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات میں لوگوں نے آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپؓ کے والد حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو ہجرت بھی کی تھی لیکن ان کے شوہر جنگ بدر یا جنگ احد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہو گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے 3ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ ام المؤمنین کے لقب سے مشرف ہو گئیں۔ علم فقہ وحدیث میں آپ ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔

شعبان 45ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت تھی اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ بوقت وفات ان کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ برس کی تھی۔ (زرقانی)

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

زمانہ جاہلیت میں چونکہ یہ غرباء اور مساکین کو بکثرت کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لئے ان کا لقب ''ام المساکین'' (مسکینوں کی ماں) ہے پہلے ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا مگر جب وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو 3ھ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے زندہ رہیں اور ربیع الآخر 4ھ میں تیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئیں اور جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ دفن ہوئیں۔ (زرقانی)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہند تھا اور کنیت ''اُم سلمہ'' ہے مگر یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی زیادہ مشہور ہیں۔ اور آپ قریش کے مشہور خاندان بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کی سوتیلی بیٹی تھیں۔

آپ کا نکاح پہلے حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے تھے حضرت ابو سلمہ کی وفات کے بعد آپ کی شادی آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں دعا مانگتی تھی کہ یا اللہ! مجھے ان سے بہتر شوہر عطا فرما لیکن پھر دل میں خیال آتا تھا کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر اور کون ہوگا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کی بدولت ان کی نگاہوں میں ایک مثالی شوہر کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے دل میں ایسا خیال آتا تھا لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کیسے عالی مرتبت شوہر کا انتخاب کر رکھا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آنحضورؐ کے رشتے کا پیغام لائے جسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے قبول کر لیا۔ شوال 4 ہجری میں آپ کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ساتھ ہو گیا اور یوں آپ کی دعا اعلیٰ ترین انداز میں قبول ہوئی۔

حسن و جمال اور عقل و رائے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ان کی مہارت خصوصی طور پر ممتاز تھی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے آپ نے سب سے آخر میں انتقال کیا 63۔ ہجری میں بعمر 80 سال آپ نے وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کے بیٹوں حضرت سلمہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا تھا مگر چونکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاندانِ قریش کی ایک بہت ہی شاندار خاتون تھیں اور حسن و جمال میں بھی یہ خاندانِ قریش کی بے مثال عورت تھیں اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کرکے اپنا متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا مگر پھر بھی چونکہ وہ پہلے غلام تھے اس لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے خوش نہیں تھیں اور اکثر میاں بیوی میں ان بن رہا کرتی تھی یہاں تک کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ اس واقعہ سے فطری طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب نازک پر صدمہ گزرا۔ چنانچہ جب ان کی عدت گزر گئی تو محض حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلجوئی کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔ روایت ہے کہ یہ پیغام بشارت سن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو رکعت نماز ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر یہ دعا مانگی کہ خداوندا! تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے اگر میں تیرے نزدیک ان کی زوجیت میں داخل ہونے کے لائق عورت ہوں تو یا اللہ! عزوجل تو ان کے ساتھ میرا نکاح فرما دے ان کی یہ دعا فوراً ہی قبول ہوگئی۔ آپ کے رسول اللہ سے رشتے کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (احزاب:38)

20ھ میں 52 برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہ قبیلہ بنو خزاعہ کے سردار حارث بن ابوضرار کی بیٹی ہیں "غزوہ مریسیع" میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے تھے میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے ان سے مکاتبت کر لی، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اپنے قبیلے کے سردار حارث بن ابوضرار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں۔ ثابت بن قیس نے مجھے مکاتبہ بنا دیا ہے مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جاؤں اس لئے آپ اس وقت میں میری مالی امداد فرمائیں کیونکہ میرا تمام خاندان اس جنگ میں گرفتار ہو چکا ہے اور میں اس وقت بالکل ہی مفلسی و بے کسی کے عالم میں ہوں۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی فریاد سن کر ان پر رحم آ گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم اس کو منظور کر لو گی؟ انہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ میرے ساتھ اس سے بہتر سلوک کیا فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے بدل کتابت کی تمام رقم میں خود تمہاری طرف سے ادا کر دوں اور پھر تم کو آزاد کر کے میں خود تم سے نکاح کر لوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہ جائے۔ یہ سن کر حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادمانی و مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے اس اعزاز کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کتابت کی ساری رقم ادا فرما کر اور ان کو آزاد کر کے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں شامل فرما لیا اور یہ ام المؤمنین کے اعزاز سے سرفراز ہوگئیں۔

56ھ میں پینسٹھ برس کی عمر پا کر انہوں نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور حاکم مدینہ مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

(زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۵ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۸۱)

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ان کا اصلی نام "رملہ" ہے۔ یہ سردار مکہ ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی ہیں اور ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابو العاص ہے جو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ یہ پہلے عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور میاں بیوی دونوں نے اسلام قبول کیا اور دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ لیکن حبشہ پہنچ کر ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش پر ایسی بدنصیبی سوار ہوگئی کہ وہ اسلام سے مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور شراب پیتے پیتے نصرانیت ہی پر وہ مر گیا۔ عبیدہ اللہ بن جحش کی وفات کے بعد شاہ حبشہ نجاشی کے ذریعہ حضور ﷺ نے آپ کو شادی کا پیغام بھیجا جو آپ نے قبول فرمایا۔

آپ قریش کے مشہور سردار ابوسفیان کی بیٹی تھیں لیکن شادی کے بعد آپ میں انتہائی دینی غیرت پیدا ہوگئی تھی۔ حتیٰ کہ اپنے باپ کو اس کے مشرکانہ عقائد کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے نہیں دیا۔ آپ کی وفات 44ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے ساتھ مدفون ہوئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ان کا اصلی نام زینب تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام "صفیہ" رکھ دیا۔ یہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں اور ان کی ماں کا نام ضرہ بنت سموئل ہے۔ یہ خاندان بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنونضیر کا رئیس اعظم تھا جو جنگ خیبر میں قتل ہو گیا۔

محرم ۷ھ میں جب خیبر کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور تمام اسیران جنگ گرفتار کر کے اکٹھا جمع کئے گئے تو اس وقت حضرت صفیہ بھی قیدیوں میں شامل تھیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت صفیہ بنوقریظہ اور بنونضیر کی شاہ زادی ہیں۔ ان کے خاندانی اعزاز کا تقاضا ہے کہ آپ ان کو اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرما لیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرما لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہت ہی خصوصی توجہ اور انتہائی کریمانہ عنایت فرماتے تھے۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۸۳)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ۵۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ بوقت رحلت ان کی عمر ساٹھ برس کی تھی یہ بھی مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ (زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۹ و مدارج جلد ۲ ص ۴۸۳)

حضرت ماریہ قبطیہؓ:

حضرت ماریہ کا تعلق شاہ مصر مقوقس کی قبطی قوم سے تھا آپ کے والد کا نام شمعون تھا۔ آنحضرت ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھجوائے۔ آپ نے ایک خط شاہ مصر مقوقس کے نام بھجوایا۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کے سفیر سے عزت سے پیش آیا اور آپ کی خدمت میں اُس زمانہ کے دستور کے مطابق اپنے خاندان کی دو معزز سگی بہنوں کو بھیجا۔ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ کے ساتھ شادی فرمائی او ر آپ ام المومنین کے مقدس مقام پر فائز ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو آپ کے بطن مبارک سے ایک بیٹا ابراہیم عطا فرمایا جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ایک سچا نبی ہوتا۔

ام ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کی وفات رسول اللہ ﷺ کی وفات کے پانچ سال بعد 16 محرم کو حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں 16 ہجری کو ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ کے والد کا نام حارث بن حزن ہے اور آپ کی والدہ ہند بنت عوف ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام پہلے "برہ" تھا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر "میمونہ" (برکت دہندہ) رکھ دیا۔ ان کے دو نکاح ہو چکے تھے۔ ان کی ایک بہن حضرت عباسؓ کے، ایک بہن حضرت حمزہؓ کے، ایک بہن حضرت جعفر طیارؓ کے گھر میں تھیں۔ ایک بہن حضرت خالد بن ولیدؓ کی ماں

تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کے کہنے پر 7 ہجری میں حضرت میمونہؓ سے نکاح کرلیا۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمر 60 سال تھی۔ حضرت میمونہؓ کی وفات 82 سال کی عمر میں ہوئی اور حضرت عباسؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ام المومنین حضرت ریحانہؓ:

حضرت ریحانہؓ کا زمانہ 6 ہجری ہے۔ اس ترتیب سے ان کا ذکر حضرت جویریہ کے بعد ہونا چاہیے لیکن ان کے بارے میں پائے جانے والے اختلاف کی وجہ سے ان کا ذکر آخر میں کیا گیا ہے۔ کہ آیا وہ قطعی طور پر ازواج میں شامل ہیں یا نہیں؟ تاریخ میں بکثرت حضرت ریحانہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ریحانہ کا حق مہر قریبا بارہ اوقیا رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمایا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے مطابق لونڈی اور ملک یمین کے درمیان ما بہ الامتیاز حق مہر ہے۔ پس حضرت ریحانہ بھی حرم میں شامل تھیں نہ کہ کنیز۔

حضرت ریحانہؓ زید بن عمر خنافہ کی بیٹی تھیں جن کا تعلق مدینہ کے یہودی قبیلہ بنو نضیر سے تھا۔ آپ کی وفات دس ہجری میں رسول کریم ﷺ کی زندگی میں آپ کے حجۃ الوداع سے تشریف لانے کے بعد ہوئی آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

آنحضرت ﷺ کی جتنی بھی اولاد ہوئی وہ سوائے ابراہیم کے جو آنحضرت ﷺ کی آخری عمر میں ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی؛ چنانچہ حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئے۔ لڑکوں کے نام قاسمؑ، طاہرؑ اور طیبؑ تھے۔ بعض روایتوں میں ایک چوتھا بیٹا عبداللہ بھی بیان ہوا ہے۔ مگر عام خیال یہ ہے کہ طیّب کا دوسرا نام عبداللہ تھا۔ لڑکیوں کے نام زینبؓ، رقیہؓ، امّ کلثومؓ اور فاطمہؓ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئی آپؐ کے دعویٰ نبوت سے پہلے پیدا ہو چکی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم آپؐ کے بڑے بیٹے قاسم کے نام پر تھی۔

(سیرۃ خاتم النبین، تصنیف حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔اے، صفحہ 122)

نبی اکرم ﷺ کے چار بیٹے

حضرت قاسمؓ:

مکہ مکرمہ میں نبوت سے قبل پیدا ہوئے۔ دو سال چھ ماہ کے ہوئے تو ان کا انتقال ہوگیا۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ قاسمؓ ۷ ماہ کی عمر میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں۔ انہیں کی طرف نسبت کر کے آپ ﷺ کو ابوالقاسم کہا جاتا ہے۔

حضرت طیّب:

مکہ مکرمہ میں نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ ۲ سال سے کم عمر ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں۔ ان ہی کی وفات پر کسی شخص نے آپ ﷺ کو ابتر کہا (وہ شخص جسکی کوئی اولاد نہ ہو)، تو سورہ الکوثر نازل ہوئی، جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔

حضرت ابراہیمؓ:

ان کی پیدائش مدینہ منورہ میں ۸ ہجری میں ہوئی۔ ابراہیمؓ کی پیدائش پر آپ ﷺ اور صحابہ کرام بہت خوش ہوئے۔ سات دن کے ہونے پر آپ ﷺ نے ان کا عقیقہ کیا، بال منڈوائے، بالوں کے وزن کے برابر مسکینوں کو صدقہ دیا، اور بالوں کو دفن کردیا۔ ۱۰ ہجری میں ۱۶ یا ۱۸ ماہ کی عمر میں بیماری کی وجہ سے ابراہیمؓ کا انتقال ہوگیا۔ ابراہیمؓ کے انتقال پر آپ ﷺ کافی رنجیدہ ومغموم ہوئے۔ مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان (البقیع) میں مدفون ہیں۔ ان کے انتقال کے دن سورج گرہن ہوا، لوگوں نے سمجھا کہ ابراہیمؓ کی موت کی وجہ سے یہ سورج گرہن ہوا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، یہ کسی کی زندگی یا موت پر گرہن نہیں ہوتے ہیں۔

نبی اکرم کی چار بیٹیاں

آپ ﷺ کی تین بیٹیاں آپ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں انتقال فرماگئیں، البتہ حضرت فاطمہؓ کا انتقال' آپ ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا۔ چاروں بیٹیاں مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان (البقیع) میں مدفون ہیں۔

حضرت زینبؓ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی عمر جب ۳۰ سال کی تھی، یہ پیدا ہوئیں۔ ان کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ تھے۔ ان سے دو بچے علیؓ اور امامہؓ پیدا ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد حضرت زینبؓ اپنے شوہر کے ساتھ کافی دنوں تک مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہیں۔ جب اسلام نے مشرکین کے ساتھ نکاح کرنے کو حرام قرار دیا تو حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر سے اپنے والد کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی، کیونکہ وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ چنانچہ حضرت زینبؓ کافی تکلیفوں اور پریشانیوں سے گزر کر مدینہ منورہ اپنے والد کے پاس پہنچیں۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ بھی ایمان لے آئے، آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کا حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ کے ساتھ دوبارہ نکاح کر دیا۔ لیکن مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت زینبؓ صرف ۷ یا ۸ ماہ ہی حیات رہیں، چنانچہ ۳۰ سال کی عمر میں ۸ ہجری میں انتقال فرماگئیں۔

حضرت زینبؓ بنت النبی ﷺ کی اولاد: ۱۔ علیؓ ۲۔ امامہؓ

حضرت علی بن زینبؓ: ان کے والد حضرت ابوالعاصؓ ہیں جو ان کی والدہ حضرت زینبؓ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت امامہ بنت زینبؓ: نبی اکرم ﷺ ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ نماز کے دوران کبھی کبھی وہ اپنے نانا کے کندھے پر بیٹھ جاتی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے ان سے نکاح فرمالیا تھا۔

حضرت رقیہؓ:

آپ ﷺ کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی عمر جب ۳۳ سال کی تھی، یہ پیدا ہوئیں۔ اسلام سے پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔ جب سورہ تبت نازل ہوئی تو باپ کے کہنے پر عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو طلاق دیدی۔ پھر ان کی شادی حضرت عثمانؓ بن عفان سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹا عبداللہؓ پیدا ہوا جو بچپن میں ہی انتقال فرما گیا۔ حضرت رقیہؓ ۲ ہجری میں انتقال فرماگئیں۔ انتقال کے وقت حضرت رقیہؓ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

حضرت ام کلثومؓ:

آپ ﷺ کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ اسلام سے پہلے ان کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کے ساتھ ہوا تھا۔ جب سورہ تبت نازل ہوئی تو ابولہب کے کہنے پر اس بیٹے نے بھی حضرت ام کلثومؓ کو طلاق دیدی۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد، ان کی شادی حضرت عثمانؓ بن عفان سے ہوئی۔ ۹ ہجری میں انتقال فرماگئیں۔ انتقال کے وقت حضرت ام کلثومؓ کی عمر تقریباً ۲۵ سال تھی۔ حضرت ام کلثومؓ کے انتقال کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس کوئی دوسری لڑکی (غیر شادی شدہ) ہوتی تو میں اسکا نکاح بھی حضرت عثمان غنیؓ سے کردیتا۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ:

آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ان کا نکاح مدینہ منورہ میں حضرت علیؓ بن طالب کے ساتھ ہوا۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کی تسبیحات' حضرت فاطمہؓ کی دن بھر کی تھکان کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس لے کر آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے چھ ماہ بعد آپؓ انتقال فرماگئیں۔

حضرت فاطمہؓ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد: حسنؓ، حسینؓ، زینبؓ، اور ام کلثومؓ

حضرت حسنؓ: رمضان ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حسن نام کو جنت کے ریشم میں لپیٹ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ۴۱ ہجری میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور ان کو امیر المؤمنین کا لقب دیا گیا۔ ربیع الاول ۴۱ ہجری میں حضرت معاویہؓ سے صلح کرلی۔ اس طرح حضرت حسنؓ ۶ ماہ اور ۲۰ دن امیر المؤمنین رہے۔ حضرت حسنؓ کو زہر دیا گیا، ۴۰ دن تک زہر سے متاثر رہے اور ربیع الاول ۴۹ ہجری میں انتقال فرماگئے۔ مدینہ منورہ (البقیع) میں مدفون ہیں۔

حضرت حسینؓ: ۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسنؓ کی طرح حضرت حسینؓ کا بھی عقیقہ کیا۔ ۱۰ محرم الحرام، جمعہ کے دن، ۶۱ ہجری میں ملکِ عراق میں کوفہ شہر کے قریب میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت ام کلثومؓ: یہ حضرت عمر فاروقؓ کی اہلیہ ہیں۔ ان سے حضرت زیدؓ اور حضرت رقیہؓ پیدا ہوئے۔

حضرت زینبؓ: ان کا نکاح' حضرت عبداللہ بن جعفر الطیّارؓ بن ابی طالب کے ساتھ ہوا۔ ان سے جعفرؓ، عون الاکبرؓ، ام کلثومؓ اور علیؓ پیدا ہوئے۔

......☆......☆......☆......

آنحضور ﷺ کی مختصر سیرت وسوانح تاریخ کی روشنی میں

(لئیق احمد ڈار، مربی سلسلہ، نظارت نشر واشاعت قادیان)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش شمسی حساب سے اگست ۵۷۰ء میں ہوئی۔آپؐ کی پیدائش پر آپؐ کا نام محمد رکھا گیا جس کے معنے ’تعریف کئے گئے‘ کے ہیں۔اُس وقت کل عرب سوائے چند مستثنیات کے مشرک تھا یہاں تک کہ مورخین کے قول کے مطابق ۳۶۵ بُت خانہ کعبہ میں تھے گویا قمری مہینوں کے لحاظ سے ہر دن کیلئے مشرکین مکہ کا ایک علیحدہ بُت تھا۔ان میں کوئی علوم موجود نہ تھے بلکہ سارے عرب میں ایک مدرسہ بھی نہ تھا۔ان میں شراب نوشی، قمار بازی، زنا جیسے خطرناک گناہ پائے جاتے تھے۔

سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو بچپن سے ہی توجہ الی اللہ تھی۔عرب سوسائٹی کی گندی رسوم سے ہمیشہ مجتنب رہے اور شرک کبھی نہیں کیا۔تاریخ میں ہے کہ زمانہ نبوت میں آپؐ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرماتے تھے کہ ’’میں نے بتوں کے چڑھاوے کا کھانا کبھی نہیں کھایا اور نہ کبھی بتوں کو پوجا اور نہ کبھی شراب پی۔(سیرت حلبیہ جلد 1 باب ماحفظہ اللہ) جب عمر تیس سال سے تجاوز کرگئی تو آپؐ کے دل میں عبادت الٰہی کی رغبت پہلے سے زیادہ جوش مارنے لگی۔اہالیان مکہ کی گونا گوں بے راہ روی سے تنفر ہوکر دو تین میل دور ’حرا‘ نامی غار میں عبادت الٰہی کے لئے کئی دن کی غذا ساتھ لیکر چلے جاتے جہاں رات دن مصروف عبادات رہتے۔

جب آپؐ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو ایک دن اسی غار میں پہلی قرآنی وحی (سورۃ العلق آیت 2 تا 6) نازل ہوئی۔اصلاح خلائق کا کام آپ کے سپرد کیا گیا۔الہام کے بعد گھبراہٹ کی حالت میں گھر آئے اور سارا ماجرا حضرت خدیجہؓ کو سُنایا۔جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دیکر کہا:۔

كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيْكَ اللهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

(بخاری باب بدء الوحی)

ترجمہ: خدا کی قسم ! اللہ آپؐ کو ہرگز ناکام ونامُراد نہیں کریگا۔آپؐ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور آپؐ نے گمشدہ اخلاق کو اپنے اندر جمع کیا ہے۔اور آپؐ مہمان نواز ہیں۔اور حق کی راہ میں لوگوں کے مددگار ہوتے ہیں۔

آپ نے توحید کی تبلیغ شروع کی، سعادت مند لوگ آپؐ پر ایمان لاتے رہے اور مومنوں کی چھوٹی سی جماعت قائم ہوئی جس سے اسلام کی بنیاد پڑی۔پھر آہستہ آہستہ آواز حق سے نوجوانوں کے دل لرزنے لگے، متلاشیان حق کے جسموں پر کپکپاہٹ طاری ہونے لگی، رَوشیں بدلنے لگیں، آزادیاں قائم ہونے لگیں، انصاف ایک دفعہ پھر نئی امید کیساتھ نئی سانس لینے لگا، ترقی کے رستے کھلتے نظر آنے لگے، ایک انقلاب کیلئے فضائیں ہموار ہونے لگیں۔یہ دیکھ کر روسائے مکہ ڈر گئے اور انکے دلوں میں خوف پیدا ہونے لگا۔منصوبہ بازی کیساتھ مخالفت کا بازار گرم ہونے لگا۔کفر اور اسلام کی لڑائی ایک بار پھر شروع ہوگئی۔ایک دفعہ پھر شیطان کے لشکروں نے فرشتوں پر ہلّہ بول دیا۔اس طرح یہ لڑائی اور کشمکش 13 سال تک رہی۔روسائے مکہ نے نومسلم غلاموں کو گلیوں میں سخت اور کھردرے پتھروں پر گھسیٹا۔آزاد مسلمانوں پر بھی کچھ کم ظلم نہیں ہوئے۔خود رسول کریم ﷺ کی ذات کو بھی طرح طرح سے ستایا گیا اور دکھ دیا گیا۔تاریخ میں ظلم وجور کے روح فرسا بے شمار واقعات ہیں جن کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔غرضیکہ مخالفت تیز ہوگئی اور تیز سے تیز تر ہوتی گئی مگر رسول کریم ﷺ اور آپکے صحابہ نے نہایت صبر واستقلال اور حکمت سے پیغام حق پہنچایا۔اس پر سرداران مکہ ایک دن جمع ہوکر ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ محمدؐ کو کہیں کہ یہ کام چھوڑ دے اس کے بدلہ میں ہم اُسکی ہر خواہش کو پورا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ابوطالب کی معرفت سرداران مکہ کا یہ پیغام سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

’’اے میرے چچا! آپ بے شک میرا ساتھ چھوڑ دیں اور اپنی قوم کے ساتھ مل جائیں۔لیکن مجھے خدائے وحدہ لاشریک کی قسم ہے کہ اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لاکر کھڑا کردیں تب بھی میں خدا تعالیٰ کی توحید کا وعظ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔میں اپنے کام میں لگا رہوں گا جب تک خدا مجھے موت دے۔‘‘(سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 284 تا 285 مطبوعہ مصر 1936ء)

سبحان اللہ! کیسا استقلال اللہ تعالیٰ نے ہمارے سید ومولیٰ فداہ نفسی صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا تھا۔جب کفار قریش کا ظلم انتہاء کو پہنچ گیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔بعض لوگ مکہ چھوڑ کر چلے گئے اور جو باقی تھے وہ پہلے سے زیادہ ظلم کے شکار ہوگئے اور یوں ظلم حد سے باہر ہوتا گیا۔مکہ میں رہ رہے باقی مسلمانوں سے کفار مکہ نے کلی طور پر مقاطعہ کرلیا۔حضور ﷺ کو چند متبعین، بیوی بچوں اور چند رشتہ داروں سمیت شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا۔اس مقاطعہ کے دنوں کی تکلیفوں کے نتیجہ میں حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب فوت ہوگئے جس کے بعد تبلیغ میں مزید رُکاوٹیں پیدا ہوئیں جس پر حضور ﷺ نے زید کی ہمراہی میں طائف کا سفر اختیار کیا۔وہاں بھی آپؐ کو خوش آمدید نہیں کہا گیا بلکہ سخت مخالفت کی گئی یہاں تک کہ طائف کے اوباشوں نے نہایت بے دردی سے حضور اکرم ﷺ کو لہولہان کیا۔جب ہجرت کا اذن ہوا تو آپؐ نے ’مدینہ‘ کی طرف ہجرت فرمائی۔یہ سفر بھی حیرت انگیز اور تائیدات الٰہی سے بھرا ہوا ہے۔

مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کا ورود اس طرح ہوا کہ مدینہ کے لوگ بے صبری سے آپ کے منتظر تھے۔عورتوں اور بچوں نے یہ اشعار پڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

ترجمہ: یعنی چودھویں کا چاند ہم پر وداع کے موڑ سے چڑھا ہے اور جب تک خدا کی طرف بلانے والا اس دنیا میں کوئی موجود ہے ہم پر اس احسان کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے اور اے جس کو خدا نے ہم میں مبعوث کیا ہے تیرے حکم کی پوری طرح اطاعت کی جائے گی۔

ہر کوئی یہ خواہش کرتا تھا کہ آپؐ اس کے گھر میں ٹھہریں۔بالآخر حضور ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر قیام فرما ہوئے۔کچھ عرصہ کے بعد حضور ﷺ نے مکہ سے اہل وعیال کو بلوایا۔مسجد نبویؐ کی بنیاد رکھی۔مدینہ میں داخلہ کے بعد چند ہی یوم میں مدینہ کے مشرک قبائل میں سے اکثر لوگ مسلمان ہوگئے۔یہ دیکھ کر مکہ کے لوگوں نے مسلمانوں کو دوبارہ دکھ دینے کی تدابیر شروع کیں۔مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے دھمکیاں دی جارہی تھیں۔ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش نہ بیٹھے رہے بلکہ مدافعانہ تدابیر کرتے رہے۔کفار مکہ نے مدینہ پر چڑھائی کردی۔اللہ تعالیٰ نے دفاع کی اجازت دی۔اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں بے گناہ شہید کئے گئے تھے۔اور ابھی ظالم ظلم سے باز نہیں آتے تھے اور اسلام کی تعلیم کو روکتے تھے۔لہٰذا خدا کے قانون حفاظت نے یہ چاہا کہ مظلوموں کو بالکل نابود ہونے سے بچا لے۔سو جنہوں نے تلوار اٹھائی تھی انہیں کے ساتھ تلوار کا مقابلہ ہوا۔غرض قتل کرنے والوں کا فتنہ فرو کرنے کیلئے بطور مدافعت شر کے وہ لڑائیاں تھیں اور اس وقت ہوئیں جبکہ ظالم طبع لوگ اہل حق کو نابود کرنا چاہتے تھے۔اس حالت میں اگر اسلام اس حفاظت خوداختیاری کو عمل میں نہ لاتا تو ہزاروں بچے اور عورتیں

بیگناہ قتل ہوکر آخر اسلام نابود ہوجاتا۔‘‘
(روحانی خزائن جلد 10،صفحہ 450 تا 451،اسلامی اصول کی فلاسفی)

سن آٹھ ہجری ماہ رمضان المبارک بمطابق دسمبر 629ء میں رسول کریم ﷺ اُس آخری جنگ کیلئے روانہ ہوئے جس نے عرب میں اسلام کو قائم کردیا۔ چنانچہ آپؐ دس ہزار قدوسی صحابہؓ سمیت مکہ کی طرف بڑھے۔ لشکر پر لشکر گزر رہا تھا۔اسلام کی محبت اور اس کے لئے قربانی کا جوش چہروں سے ہویدا اور نعروں سے عیاں تھا۔ جماعتِ صحابہؓ کا عزم اور ولولہ ان کے چہروں سے ٹپکا پڑتا تھا۔ یہ دیکھ کر مخالف پیچ وتاب کھا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ آج ہمیں ذلیل کر دیا جائے گا بڑائی ہوگی، ظلموں کا بدلہ لیا جائے گا وغیرہ۔مگر ہوتا یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ حضرت یوسفؑ کی طرح یہ عظیم مژدہ سناتے ہیں:

’’خدا کی قسم !آج تمہیں کسی قسم کا عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی سرزنش کی جائے گی۔‘‘(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 89 مطبوعہ مصر 1935ء)

فتح مکہ کے موقع کی رحم وکرم کی یہ داستان بہت لمبی ہے مگر نہایت لذیذ اور راحت بخش ہے۔اس مختصر سے مضمون میں احاطہ ممکن نہیں۔خطرناک مجرموں کو آپؐ نے معمولی معذرت پر ہی معاف فرمایا جنمیں سے اکثر کے واقعات ایسے دردناک اور آپؐ کے رحم کو اتنا ظاہر کرنے والے ہیں کہ سخت سے سخت دل انسان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ موقعہ کی مناسبت سے ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرتا ہوں۔حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ابوسفیان کی بیوی ھند وہ عورت تھی جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبالیا تھا۔اور زبان سے خون چاٹا تھا۔آنحضرت ﷺ کو جنگ اُحد میں سب سے زیادہ دکھ حضرت حمزہؓ کی شہادت کا تھا۔اس قدر بے قراری سے آپؐ اس دکھ کا اظہار فرماتے تھے کہ میں نے ساری تاریخ میں کسی اور دکھ کا اس طرح ذکر نہیں پڑھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقعہ پر ہندہ نقاب اوڑھ کر بیعت کرنے والوں میں شامل ہوگئی۔آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو معاف نہیں کروں گا۔لیکن وہ بیعت کرنے والی عورتوں میں شامل ہوگئی۔آنحضورؐ کو اس کی آواز اور حرکتوں سے پتہ چل گیا کہ کون عورت ہے۔لیکن آپؐ کو تو معاف کرنے کا بہانہ چاہئے تھا۔فرمایا، اچھا ٹھیک ہے تم کو بھی معاف کرتا ہوں۔ یہ تھے ہمارے سید ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور یہ تھا لاتثریب علیکم الیوم کا حسین مظاہرہ جو حضور اکرمؐ سے رونما ہوا۔‘‘
(خطبہ جمعہ فرمودہ 7/جنوری 1983ء بحوالہ بدر 9/جون 1983ء)

سن نو ہجری میں آپؐ نے مکہ کا حج فرمایا ذوالحجہ کی گیارہویں تاریخ کو بمقام منیٰ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے معروف ہے۔یہ انسانیت کا منشور کہلاتا ہے۔ جب اس سفر سے آپؐ واپس لوٹ رہے تھے تو راہ میں اپنے متبعین کو اپنی وفات کی اطلاع دی۔

اس کے بعد حضور ﷺ بیمار ہوئے اور مرض بڑھتا گیا۔ بالآخر آپ اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔آپؐ کے وصال اکبر پر حضرت عمر جیسے جری انسان بھی غم سے نڈھال ہوگئے۔صحابہؓ کا غم سے بُرا حال تھا۔ یہ زخم آج بھی ہرا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا۔اور اُس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔‘‘
(حقیقۃ الوحی صفحہ 118)

رسول کریم ﷺ کی زندگی کے مختصر حالات بیان کرنے کے بعد اب آپ کے اخلاق اور سیرت کے متعلق کچھ ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

ہمارے ہادی کامل دنیا کیلئے اسوۂ حسنہ ہیں۔اس لئے آپؐ نے ہمارے لئے جو نمونہ قائم کیا وہی سب سے درست اور اعلیٰ اور قابل عمل ہے۔آپؐ نے اپنے طریق عمل سے ہمیں بتایا کہ پاک اور نیک جذباتِ نفس کو اُبھارنا چاہئے اور جو جذبات ایسے ہوں کہ ان سے گناہوں کی طرف توجہ ہوتی ہے ان کا چھپانا اور ان کا مارنا ضروری ہے۔آپؐ کو وہ تمام مواقع میسر آئے جن سے اخلاق فاضلہ کا مکمل اظہار ہوسکے۔اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اخلاق کو دنیا پر عیاں کرنے کیلئے آپؐ کی زندگی کو دو ادوار میں تقسیم فرمادیا۔ چنانچہ اس حوالہ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کو دو حصوں پر منقسم کردیا۔ایک حصہ دکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتحیابی کا۔تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خلق ظاہر ہوں جو مصیبتوں کے وقت ظاہر ہوا کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار کے ثابت نہیں ہوتے۔سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قسم کے اخلاق دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضاحت سے ثابت ہوگئے۔‘‘
(روحانی خزائن جلد 10،صفحہ 447، اسلامی اصول کی فلاسفی)

خلق عظیم پر فائز نبی برحق ﷺ کے اخلاق عالیہ کے متعلق عرض ہے کہ آپؐ نے کبھی بدکلامی نہ کی نہ کبھی فضول قسمیں کھائیں باوجود یہ کہ عرب اس کے عادی تھے۔صفائی کا خاص اہتمام کرتے تھے۔کھانے پینے میں سادگی تھی۔لباس میں سادگی تھی۔خدا تعالیٰ سے محبت اور اس کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ باوجود بہت بڑی ذمہ داری کے دن اور رات عبادت میں مشغول۔نصف رات گزرنے پر تہجد کیلئے کھڑے ہوجاتے۔اللہ تعالیٰ پر توکل بے نظیر ہے۔اس کی محبت کی یہ حالت ہے کہ جب ایک وقفہ کے بعد بادل آتے تو آپؐ اپنی زبان پر بارش کا قطرہ لیتے اور فرماتے۔دیکھو! میرے رب کی تازہ نعمت! بیویوں کے حق میں آپ کا معاملہ نہایت ہی مشفقانہ اور عادلانہ تھا تحمل اس قدر تھا کہ اس زمانہ میں بھی کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو بادشاہت عطا فرمادی تھی آپ ہر ایک کی بات سنتے۔اگر کوئی سختی بھی کرتا تو آپ خاموش ہوجاتے اور کبھی سختی کرنے والے کا جواب سختی سے نہ دیتے۔انصاف اور عدل آپ میں اسقدر پایا جاتا تھا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔غرباء کا خیال اور ان کے جذبات کا احترام کرنا آپ کا نمایاں وصف تھا۔غرباء اور کمزوروں کے اموال کی حفاظت بھی کرتے۔غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا آپ ہمیشہ وعظ فرماتے۔غلاموں کی آزادی کے متعلق بہت زور دیتے۔آپؐ ان لوگوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے جو بنی نوع انسان کی خدمت میں اپنا وقت خرچ کرتے تھے۔عورتوں کے حقوق کا اسقدر خیال فرماتے تھے کہ سب سے پہلے دنیا میں عورت کو ورثہ کا حقدار بنادیا۔ ہمسائیوں سے حسن سلوک کی بہت تاکید فرمائی۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو بار بار واضح فرمایا۔ دوسرے رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی آپؐ نے فرمایا کہ غریب رشتہ دار خواہ کسی مذہب کے ہوں ان سے حسن سلوک کرنا نیکی ہے۔رشتہ دار تو الگ رہے آپؐ اپنے رشتہ داروں کے رشتہ داروں اور ان کے رشتہ داروں تک کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔آپؐ ہمیشہ نیک صحبت کو پسند فرماتے تھے۔ ہمیشہ یہ خیال رکھتے تھے کہ کسی شخص کو ٹھوکر نہ لگے۔لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا خیال رکھتے تھے۔ دوسروں کے عیب چھپاتے تھے اور جو اپنے عیب ظاہر کرتا تھا اسے عیب ظاہر کرنے سے منع فرماتے۔صبر دیکھو تو اس کی بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ بوقت مرگ فاطمہ کو جو آپ کی تکلیف سے شدید بے قرار تھیں فرمایا: صبر کرو آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔تعاون باہمی کی صحابہؓ کو سب سے زیادہ تلقین فرماتے۔چشم پوشی کا خلق بھی نمایاں ہے۔سچ کا مقام تو اتنا بلند تھا کہ قوم نے ’صدیق‘ ہی نام رکھ دیا۔تجسس سے منع فرماتے تھے اور ایک دوسرے پر نیک ظنی کا حکم دیتے رہتے تھے۔سودا سلف کے متعلق دھوکہ بازی اور فریب سے سخت نفرت تھی۔ بڑی تاکید فرماتے کہ تجارت میں بالکل دھوکہ نہیں ہونا چاہئے اور بغیر دیکھے کوئی چیز نہیں خریدنی چاہئے۔مایوسی اور نا اُمیدی کی روح کے سخت خلاف تھے۔آپؐ جانوروں تک پر ظلم کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔مذہبی رواداری پر نہایت زور دیتے تھے اور خود بھی اعلیٰ درجہ کا نمونہ اس بارہ میں دکھاتے تھے۔بہادر تھے۔کم عقلوں کیساتھ نہایت ہی شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ایفائے عہد کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب باتوں میں سادہ تھے۔تکلفات سے بری تھے۔بن بلائے دعوت پر آنے والے کیلئے میزبان سے اجازت طلب کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے تکلفی سے معاملات کو پیش کرنے کی عکاسی کرتا ہے۔اسراف جو امراء اپنے گھر کے اخراجات میں کرتے ہیں آپؐ کے ہاں نام کو نہ تھا۔

......☆......☆......☆......

دُعاؤں کا رسول ـــ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(کاشف خالد، متعلم جامعہ احمدیہ قادیان)

دنیا کو فتح کرنے کے لئے خدائی افواج کے سپہ سالار انبیاء کے رنگ میں اس دنیا میں آتے رہے ہیں، ان کے پاس جو سب سے مؤثر اور کارگر ہتھیار تھا وہ دعا کا ہتھیار تھا۔ چاہے وہ حضرت ابراہیمؑ کی اپنی نسل اور شہر کے لئے دعائیں ہوں یا مچھلی کے پیٹ میں یونسؑ کی دعائیں ہوں یا فرعون کے دربار میں جانے سے قبل موسیٰؑ کی دعائیں ہوں یا یہود کے شکنجے میں پھنسے حضرت عیسیٰؑ کی مضطربانہ دعائیں ہوں، ہر ایک نبی کی دعائیں ضرور رنگ لائیں۔ لیکن ان تمام انبیاء سے افضل اور ان کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تو زندگی ہی سراپا دعا تھی۔ پس آپ ﷺ کو **دعاؤں کا رسول** کہنا بالکل بھی مبالغہ نہ ہوگا۔

جس طرح انسان اپنی اولاد کو دورِ طفلی ہی سے زبان سکھانے میں کوشاں رہتا ہے اور ہر موقعہ و محل کے لئے موزوں الفاظ و جملے اپنے بچوں کو تدریجاً سکھاتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ کس طرح بڑوں سے کوئی چیز مانگنی ہے کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ دنیاوی زبان سیکھے بغیر اسکی اولاد ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتی، ٹھیک اسی طرح ہمارے روحانی باپ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی روحانی اولاد کو ہر موقعہ و محل کے مناسب حال دعائیں سکھلائیں اور قبولیت دعا کے راز انہیں بتائے تا کہ وہ اپنے حقیقی معبود اور حاجت روا کے سامنے اپنی حاجتیں رکھ سکیں اور افضال خداوندی کے حصول کے طریق سے واقف ہو جائیں اور اللہ ربّ العزت کے اعلیٰ دربار میں اپنی فریادیں عین اس کے مقرر کئے ہوئے طریق کے مطابق پیش کر کے اپنی مرادوں کو پالیں اور روحانی زبان پر عبور حاصل کر کے روحانیت کے عالی میدان میں کامیاب و کامران ہوسکیں۔

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَام

چنانچہ محسن انسانیتؐ نے ہر انسانی ضرورت اور ہر مشکل اور ہر حالت و کیفیت کے لئے ہمیں دعائیں سکھائی ہیں۔ ایسی دعاؤں کی تعداد دو سو سے بھی زیادہ ہے۔ آپؐ کی یہ دعائیں کتب احادیث و سیر میں ہر موقع کے لیے الگ الگ اور بڑی تفصیل کے ساتھ ملتی ہیں۔

الغرض آپؐ نے اپنے روحانی فرزندوں کو الٰہی دربار میں فریاد کرنے کا طریق سکھلانے کے واسطے پُرسوز اور پُراثر دعاؤں کا بے بہا ذخیرہ چھوڑا ہے کہ جس سے دیگر اُمم محروم محض ہیں۔ پس اس نعمت خداوندی کا جتنا شکر کریں کم ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

قارئین کرام! جب ہم آپؐ کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں کہ جو ہمارے لئے بطور ایک کامل و قابل تقلید نمونہ کے ہے، تو عیاں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا ہر ایک لمحہ سراپا دعا ہی تھا اور ہر موقع و محل کے مطابق آپ ﷺ سے دعائیں ثابت ہیں۔ صبح اٹھتے ساتھ ہی خیر و برکت کی دعا کرتے۔ جب کسی کو ملتے تو اسے دعا دیتے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے بھی رزاق خدا کو یاد کرتے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد بھی نعمت کا شکر کرنا نہ بھولتے۔ فراغت ہو یا مصروفیت، دعاؤں میں مشغول رہتے۔

اسی طرح نیا کپڑا پہنتے وقت، آئینہ دیکھتے وقت، سواری پر چڑھتے وقت، گھر سے نکلتے اور گھر میں داخل ہوتے وقت، بازار میں داخل ہوتے ہوئے، سفر کے لئے روانہ ہوتے ہوئے، بیت الخلا میں جاتے اور نکلتے وقت اور قبرستان میں داخل ہوتے وقت دعا کرتے تھے۔ چھینک آئے تو دعا کرتے یا کسی کو چھینکتے ہوئے دیکھ لیتے تو دعا دیتے۔ اسی طرح مختلف قسم کی برائیوں سے بچنے کے لئے خاص دعائیں فرماتے۔ دُنیاوی شر اور اشیاء کی بدبختی سے بچنے کے لئے دعا کا سہارا لیتے۔ دل کی مختلف کیفیات کے لئے مختلف دعائیں کرتے۔ مومنین کی جماعت پر جب بھی کوئی دنیاوی مصیبت آتی کہ جس کے باعث ان کے دلوں میں خوف سرایت کرنے لگتا تو فوراً رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور ان کی دلی تسکین کے واسطے اپنے محبوب حقیقی کے حضور فریاد کرتے اور آپ ﷺ کے دل کی کیفیت اور تڑپ الٰہی نصرت کو جذب کرنے کا موجب بنتی۔

بارش نہ ہونے پر آپ ﷺ دعا کرتے اور اگر بارش کی کثرت کی وجہ سے پریشانی ہوتو دعا کرتے۔ رزق و مال میں برکت کے لئے دعا کرتے، لوگوں کی ہدایت کے لئے دعائیں کرتے، بیماری سے شفایابی کے لئے، بُری نظر سے بچنے کے لئے، بُرے خواب دیکھنے پر، بجلی کڑکنے پر، کسوف و خسوف پر، کسی کی تیمارداری کے واسطے اور کسی کے وفات پانے پر دعا کرتے۔

الغرض آپ ﷺ کو جب بھی کسی مصیبت کا سامنا ہوتا تو آپ ﷺ قبل اس کے کہ کسی دنیاوی تدبیر سے کام لیں، اپنے خدائے واحد کا دروازہ کھٹکھٹاتے اور آپؐ کا مضطر دل جو کہ محبت الٰہی و توکل علی اللہ سے سرشار تھا بڑے ہی موزوں الفاظ کے ساتھ اپنے ولی کو مدد کے لئے بلاتا اور آپ ﷺ کا وفادار دوست بھی ضرور اپنی فوج کے ساتھ آپؐ کی مدد کے لئے میدان میں آپہنچتا۔

اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ روز مرہ انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والے متعدد حالات و واقعات کے موقعہ پر سب سے پہلے دعا ہی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ غرض یہ کہ آپ ﷺ کا اوڑھنا بچھونا گویا دعا ہی تھا۔

(بخاری و ترمذی کتاب الدعوات)

پھر آپ ﷺ کے ذریعہ جو بے شمار معجزات دنیا نے دیکھے وہ بھی تو سب آپ ﷺ کی دعاؤں ہی کے طفیل تھا۔ آپؐ کی دعائیں ہی تھیں جن کی بدولت عرب میں ایک روحانی انقلاب برپا ہوا جس نے ساری دنیا کو اپنی چپیٹ میں لے لیا۔ یہ آپؐ کی دعاؤں ہی کا تو اعجاز تھا کہ عرب کے وہ لوگ جو کہ ضلالت اور گمراہیوں کے سمندر کی گہرائیوں میں پڑے ہوئے تھے، آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارے بن گئے جن کی پیروی سے آنے والی نسلوں نے صراطِ مستقیم کا راستہ پکڑا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان مختلف دعاؤں کے لئے آپ ﷺ نے ہمیشہ ایک ہی رٹے ہوئے الفاظ استعمال نہیں فرمائے بلکہ مختلف روایات میں بعض مواقع کے لئے کی گئی دعا کے مختلف الفاظ بیان ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ کو اپنی روحانی اولاد کی اس قدر فکر تھی کہ اُن کو بعض جامع دعائیں بھی سکھلائیں کہ جن کے مانگنے سے اللہ تعالیٰ کے تمام افضال و برکات کا احاطہ ہوسکتا ہے تا کہ وہ لوگ جو ہر موقعہ پر دعاؤں میں مشغول نہیں رہتے کم از کم ان جامع دعاؤں کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ کے افضال سے محروم ہونے سے بچیں۔

چنانچہ حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپؐ نے ڈھیر ساری دعائیں کی ہیں جو ہمیں یاد ہی نہیں رہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک جامع دُعا سکھا دیتا ہوں تم یہ یاد کرلو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ. وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ. وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ. (ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام خیر و بھلائی مانگتے ہیں جو تیرے نبی ﷺ نے تجھ سے مانگی اور ہم تجھ سے ان باتوں سے پناہ چاہتے ہیں جن سے تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ چاہی۔ تو ہی ہے جس سے مدد چاہی جاتی ہے۔ پس تیرے تک دعا کا پہنچانا لازم ہے۔

پس ایک مومن کتنا خوش قسمت ہے کہ اس کے روحانی باپؐ نے اسے صرف اس دنیا کے متعلق ڈرا کر کہ یہ اس کے لئے ایک قید خانہ ہے، اُسے اس دنیا کی اندھیری، خوفناک اور مشکل راستوں والی وادی میں تن تنہا نہیں چھوڑ دیا بلکہ **اُس کے لئے بطور ورثہ کے ایسی دعاؤں کے بیش قیمت خزانے چھوڑے ہیں کہ جو ان اندھیروں میں مشعل راہ کا کام دیتی ہیں اور اس کے لئے آسمان سے فرشتوں کی فوج کے ذریعہ مدد کی کارروائی کرتی ہیں۔**

قارئین کرام! عبادت کا مغز نماز اور نماز کا خلاصہ دعا ہے۔ چنانچہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عبادت کاملہ یعنی نماز کے لئے موزوں الفاظ سے علم پا کر بتائے وہیں آپؐ نے ہمیں مختلف ارکان نماز کے لئے مختلف دعائیں بھی سکھلائیں جو تا قیامت احادیث میں محفوظ رہیں گی۔ چنانچہ آپؐ نے وضو کے بعد اور اذان کے بعد کی دعائیں سکھائیں۔ پھر مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت کے لئے دعا بتائی۔ حالت رکوع و سجود میں آپؐ جہاں خود کئی دعائیں کرتے تھے وہیں آپؐ نے اپنی امت کو اس بات کی بھی اجازت دی کہ وہ اپنی زبانوں میں بھی دعائیں کر لیا کریں۔ نماز کے ختم ہونے کے بعد بھی دعا کرتے۔

الغرض ایک مسلمان کا دن میں پانچ مرتبہ مسجد کی طرف جانا اور واپس آنا دراصل دعاؤں کا ایک سفر ہے اور شاید دیگر مذاہب کے لوگ مہینے بھر میں جس قدر دعائیں کرتے ہیں مسلمانوں کو آپ ﷺ نے ایک دن کے لئے اتنی دعائیں سکھا دیں۔

☆......☆......☆

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدرگاہِ ذی شان خیر الانام شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز ومنّت بصد احترام یہ کرتا ہے عرض آپؐ کا اِک غلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

حسینانِ عالم ہوئے شرگیں جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلق کامل زہے حُسنِ تام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

خلائق کے دِل تھے یقیں سے تہی بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال وہ سب آپؐ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لِیا ظُلم کا عفو سے انتقام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

مقدّس حیات اور مُطہر مذاق اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

علمدارِ عُشاقِ ذاتِ یگاں سپہدارِ افواجِ قُدوسیاں
معارف کا اِک قُلزمِ بیکراں افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کسی عورت کو نہ خادم کو۔ (مسلم)

طالبِ دعا: داؤد احمد ننگلی اینڈ فیملی، قادیان

ظہور خیر الانبیا ﷺ
حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی جو نور کی ہر مشعل ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی گمراہی پہ گمراہی ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفان مفاسد میں غرق ہوگئے بحر و برّ ایرانی و فارانی رومی و بخارائی
بن بیٹھے خدا بندے دیکھا نہ مقام اس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اُس کا
تب عرشِ معلّیٰ سے اِک نور کا تخت اُترا اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل سب ظلم ہوئے زائل اُس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت چوپٹ ہوا کام اُس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اُس کا

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کیلئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ یعنی میں اچھے اور اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں۔ (مؤطا امام مالک)

طالبِ دعا: ایم. ایم محمد یوسف اینڈ فیملی
جماعت احمدیہ میڈیکری (کرناٹک)

ارشاد نبوی ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ:
اے اللہ جس طرح تُو نے میری شکل وصورت اچھی اور خوبصورت بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق وعادات بھی اچھے بنادے۔ (مسند احمد)

طالبِ دعا: طاہر محمود اینڈ فیملی
جماعت احمدیہ کولکاتہ (مغربی بنگال)

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اَے لوگو! سلام کو عام کرو، ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو۔ (سنن دارمی)

طالبِ دعا: نزہت احسان اینڈ فیملی
صدر لجنہ اماء اللہ جماعت احمدیہ کولکاتہ (مغربی بنگال)

کلام الامام

جب تک خدا تعالیٰ پر کامل یقین نہ ہو
گناہ سے کبھی نجات مل سکتی نہیں۔ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 614)

طالبِ دُعا: غلام مصطفیٰ، امیر ضلع مرشد آباد، بنگال

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر قابلِ قدر اور سنجیدہ کام اگر خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ بے برکت اور ناقص رہتا ہے۔ (ابن ماجہ)

طالبِ دعا: ایم. یو صمد احمد اینڈ فیملی
جماعت احمدیہ میڈیکری (کرناٹک)

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر وہ کام جو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔ (الجامع الصغیر)

طالبِ دعا: ایم. بی. ظہیر احمد اینڈ فیملی
جماعت احمدیہ میڈیکری (کرناٹک)

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگوں کا حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہوگا
(یعنی اپنی اپنی نیت کے مطابق وہ اجر پائیں گے)۔ (ابن ماجہ)

طالبِ دعا: ایم. یو. وسیم احمد، صدر جماعت احمدیہ
وجملہ احباب جماعت میڈیکری (کرناٹک)

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ
حضورؐ کے اخلاق واطوار قرآن کے عین مطابق تھے۔ (مسند احمد)

طالبِ دعا: امیر الدین خان، ناظم انصار اللہ ضلع خوردہ، نیا گڑھ، اُڈیشہ

نعت خیر البشر ﷺ

کلام حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

السلام ! اے ہادی راہ ہدیٰ جانِ جہاں
والصلوٰۃ ! اے خیر مطلق اے شہ کون ومکاں

تیرے ملنے سے ملا ہم کو وہ "مقصود حیات"
تجھ کو پاکر ہم نے پایا "کام دل" آرام جاں

آپ چل کر تو نے دکھلا دی رہِ وصل حبیب
تو نے بتلایا کہ یوں ملتا ہے یار بے نشاں

ہے کشادہ آپ کا باب سخا سب کے لئے
زیر احساں کیوں نہ ہوں پھر مرد وزن پیر وجواں

تشنہ روحیں ہوگئیں سیراب تیرے فیض سے
علم و عرفانِ خداوندی کے بحر بیکراں

ایک ہی زینہ ہے اب بام مُراد وصل کا
بے ملے تیرے ملے ممکن نہیں وہ دِل ستاں

تو وہ آئینہ ہے جس نے منہ دِکھایا یار کا
جسم خاکی کو عطا کی روح اے جان جہاں

تا قیامت جو رہے تازہ تری تعلیم ہے
تو ہے روحانی مریضوں کا طبیب جاوداں

ہے یہی ماہِ مبیں جس پر زوال آتا نہیں
ہے یہی گلشن جسے چھوتی نہیں بادِ خزاں

"کوئی رہ نزدیک تر راہ محبت سے نہیں"
خوب فرمایا یہ نکتہ مہدی آخر زماں

یہ دُعا ہے میرا دل ہو اور تیرا پیار ہو
میرا سر ہو اور تیرا پاک سنگ آستاں

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَیں محمد ہوں، مَیں احمد ہوں، مَیں مٹانے والا ہوں
میرے ذریعہ کفر کا قلع قمع ہوگا۔ (مسلم)

طالبِ دعا: اسحاق خان (ایشا) اینڈ فیملی
جماعت احمدیہ کیرنگ (اُڈیشہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ سخی تھے

❁ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ سخی تھے اور جب رمضان میں جبرائیل آپؐ کے پاس قرآن کریم کا دَور کرنے آتے تو آپؐ پہلے سے بھی زیادہ سخاوت کا اظہار فرماتے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بھلائی اور سخاوت میں آپ موسلا دھار بارش اور اس میں چلنے والی تیز ہوا سے بھی تیز رفتار دکھائی دیتے۔(ریاض الصالحین باب الجود)

❁ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر صبح دو فرشتے اُترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے اور اس کا مال ومتاع برباد کر۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

❁ حضرت خریم بن فاتکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(ترمذی باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ)

❁ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہِ حق میں خرچ کر دیا دوسرے وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ، دانائی اور علم وحکمت دی جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا بھی ہے۔ (بخاری کتاب الزکوۃ باب انفاق المال فی حقہ)

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ

(آل عمران:93)

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے
یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ انصاری مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ ان کے کھجوروں کے باغات تھے جن میں سے سب سے زیادہ عمدہ باغ بیرحا نامی تھا جو حضرت طلحہؓ کو بہت پسند تھا اور مسجد (نبویؐ) کے سامنے بالکل قریب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اس باغ میں جاتے اور اس کا میٹھا اور عمدہ پانی پیتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جب تک تم اپنے پسندیدہ مال میں سے خرچ نہیں کرتے نیکی کو نہیں پا سکتے تو حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ پر اس مضمون کی آیت نازل ہوئی ہے اور میری سب سے پیاری جائداد بیرحا کا باغ ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس نیکی کو قبول کرے گا اور میرے آخرت کے ذخیرہ میں شامل کرے گا۔ حضورؐ اپنی مرضی کے مطابق اس کو اپنے مَصرف میں لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واہ واہ! بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ مال ہے، بڑا نفع مند ہے اور جو تُو نے کہا ہے وہ بھی میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ چنانچہ ابوطلحہؓ نے وہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچیرے بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

طالب دعا:

مسعود احمد انصاری، قائد مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد

مع ممبران مجلس عاملہ و جملہ اراکین مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد دکن (صوبہ تلنگانہ)

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے قارئین استفادہ کر سکتے ہیں۔(ایڈیٹر)

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن اللہ کے گھر کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے گھر میں پہلے آنے والوں کو پہلے لکھتے ہیں اور آنے والوں کی فہرست ترتیب وار تیار کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب امام خطبہ شروع کرتا ہے تو وہ اپنا رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی سنتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب الاستماع حدیث نمبر:877)

حدیث نبوی ﷺ

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ اللہ کا خلیفہ زمین پر موجود ہے تو اس سے وابستہ ہو جاؤ۔ اگر چہ تمہارا بدن تار تار کر دیا جائے اور تمہارا مال لُوٹ لیا جائے۔ (مسند احمد بن حنبل۔ حدیث نمبر 22333)

کلام الامام

’’ہر ایک اُمت اس وقت تک قائم رہتی ہے
جب تک اس میں توجہ الی اللہ قائم رہتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد 4، صفحہ 292)

کلام الامام

’’جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع
اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔‘‘
(ملفوظات جلد 4، صفحہ 379)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝

اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ (سورۃ الحاقۃ 45 تا 47)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بانی مسلم جماعت احمدیہ نے اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے رُوحانی تعلق پر متعدد مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ ایسے اکثر و بیشتر ارشادات کو یکجا کر کے ایک کتاب

’’خدا کی قسم‘‘

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ کتاب حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات بذریعہ پوسٹ کارڈ/ای میل **مفت** کتاب حاصل کریں۔

E-Mail : ansarkkq@gmail.com
Ph : 01872-220186, Fax : 01872-224186
Postal-Address:Aiwan-e-Ansar,Mohalla Ahmadiyya,Qadian-143516,Punjab
For On-line Visit : www.alislam.org/urdu/library/57.html

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’اسلام بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور شکر کرو۔‘‘ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 181)

طالب دعا: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین

’’جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کمزوریوں کو دیکھے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم بحیثیت قوم اپنی کمزوریوں کو دیکھیں اور انکی نشاندہی کریں اور پھر بحیثیت قوم ان کا علاج اور تدارک کریں۔‘‘ (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 فروری 2015)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب
مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبان، قادیان

کلام الامام

’’اسلام حقیقی معرفت عطا کرتا ہے
جس سے انسان کی گناہ آلود زندگی پر موت آجاتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد 4، صفحہ 344)

طالب دعا: سکینہ الہ دین صاحبہ، اہلیہ مکرم سلطان محمد الدین صاحب آف سکندر آباد

ارشادِ نبوی ﷺ

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن
(نماز دین کا ستون ہے)

طالب دعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

ارشاد حضرت امیر المومنین
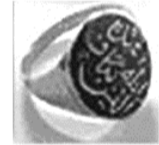
’’انسان کسی جگہ بھی بیٹھا ہوا گر اسے سلسلے کے اخبارات پہنچتے رہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے جیسا پاس بیٹھا ہے خلافت سے مضبوط تعلق کیلئے ہر احمدی کو ایم.ٹی.اے سننے کی ضرورت ہے، اس کی عادت ڈالنی چاہئے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مارچ 2016)

طالب دعا: بشیر احمد مشتاق (صدر جماعت احمدیہ حلقہ ارم لین) سری نگر، جموں اینڈ کشمیر

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: سب سے زیادہ ابتلا کن پر آتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء پر۔ پھر جو اُن کے قریب تر ہوں۔ پھر جو اُن کے قریب تر ہوں۔ انسان اپنے دین کی مضبوطی کے حساب سے آزمایا جاتا ہے۔ (جامع ترمذی کتاب الزھد باب فی الصبر علی البلاء حدیث نمبر 2322)

طالب دعا: محمد جان عالم شیخ اینڈ فیملی
جماعت احمدیہ ممبئی (مہاراشٹر)

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar.
And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab.
And published at office of the Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Harchowal Road, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad

جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام 19/مارچ 2016ء کی شام مسجد بیت الفتوح میں تیرھویں سالانہ امن کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اس موقع کی چند تصاویر

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 07/فروری 2016ء بروز اتوار مسجد بیت الفتوح مورڈن لندن میں پہلے باقاعدہ DAB ڈیجیٹل ریڈیو اسٹیشن "Voice of Islam" کا افتتاح فرمایا تا کہ اس کے ذریعہ سے دنیا کو اسلام کی حقیقی اور امن پسند تعلیمات سے آگاہ کیا جا سکے

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Tel : (0091) 82830-58886
Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr
E-mail :
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 65 **Thursday** **21-28 July 2016** **Issue No. 29-30**

MANAGER
NAWAB AHMAD
Tel : (0091) 94170-20616

SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 550
By Air : 50 Pounds or 80 U.S $
: 60 Euro or 80 Canadian Dollars

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے
مَیں جاؤں اُس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پَردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دِل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

❀❀❀

جمیل احمد ناصر پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:۔نگران بدر بورڈ قادیان